اعلیٰ حضرت اور مولوی اشرف علی تھانوی کے درمیان مناظرانہ سرگرمیوں کی سرگزشت اہلِ سنت کی فتوحات اور مولوی تھانوی کی شکست وفرار کی دل چسپ داستان تاریخی حوالے سے

الانعامات الالٰھیۃ فی الفتوحات الرضویۃ

معروف بہ

فتوحاتِ رضویہ

تحقیق وترتیب
محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

ناشر
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خان کاشی پور اتراکھنڈ

اعلیٰ حضرت اور مولوی اشرفعلی تھانوی کے درمیان مناظرانہ سرگرمیوں کی سرگزشت اہل سنت کی فتوحات اور مولوی تھانوی کی شکست و فرار کی دلچسپ داستان تاریخی حوالے سے

الانعامات الالٰہیہ فی الفتوحات الرضویۃ

معروف بہ

فتوحاتِ رضویہ

تحقیق و ترتیب

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

تفصیلات

کتاب : فتوحات رضویہ

مؤلف : مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی بدایونی

رابطہ : نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

ای میل : nooridarulifta786@gmail.com

موبائل : 9719620137.9759522786

صفحات :

اِشاعت : 1436ھ-2014

فہرست مشمولات

شرفِ انتساب

میں اپنی اس کاوش کو حق شناس حق پسند حق گو مصنفین ومؤلفین ومرتبین اور مدیران اخبارات ورسائل کے نام معنون کرتا ہوں خصوصاً

☆ اخبار اہل فقہ کے مدیر مولانا غلام احمد اخگر صاحب

☆ اخبار الفقیہ کے مدیر حکیم ابو الریاض معراج الدین صاحب

☆ اخبار دبدبہ سکندری کے مدیر شاہ محمد فضل حسن صابری صاحب

☆ اخبار مخبر عالم مرادآباد کے مدیر قاضی سید عبد العلی عابد مرادآبادی

☆ رسالہ السواد الاعظم مرادآباد کے مدیر مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی

☆ رسالہ تحفہ حنفیہ پٹنہ کے مدیر قاضی عبد الوحید صاحب صدیقی

جن کی حق بیانی کے نتیجہ میں ایک اہم تاریخ زیر نظر کتاب کی شکل میں روبہ عوام ہونے کو تیار ہے۔ اللہ ان مقدس اصحاب قلم کی تربتوں پر تاقیام قیامت رحمتوں وانوار کی بارش برسائے اور ہمیں ان کے قلمی اثاثے سے صحیح طور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

کرم جو

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

ہدیہ تشکر

میری اس کاوش کی تکمیل میں جن حضرات نے تعاون فرمایا۔ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ مشفق و کرم فرما محترم حضرت العلام مولانا محمد یامین صاحب قبلہ
مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد

۲۔ شہید بغداد حضرت مولانا اسید الحق صاحب قادری بدایونی علیہ الرحمہ
جنہوں نے موضوع کے متعلق اہم اور نادر مصادر عطا فرمائے۔

۳۔ محترم محب گرامی وقار جناب ثاقب قادری صاحب لاہور پاکستان
موصوف نے کتاب کی پروف ریڈنگ، فرما کر اور مفید و کارآمد مشوروں سے نواز کر ہمیشہ کی طرح حق دوستی نبھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

۴۔ محب گرامی وقار محترم میثم عباس رضوی صاحب
جنہوں نے اپنی علمی و تحقیقی مصروفیات سے خصوصی وقت نکالا اور کتاب ہذا پر نظر ثانی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں اور اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو ان حضرات کے لئے اور میرے لئے بھی ذریعۂ رحمت و برکت اور مغفرت بنائے۔

احقر العباد

محمد ذوالفقار خان نعیمی عفی عنہ

انکشاف حقیقت

آیات قرآنیہ قطعیہ احادیث نبویہ متواترہ آثار صحابہ نقول ائمہ اربعہ نصوص فقہیہ اقوال شرعیہ اوراجماع امت محمدیہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جملہ انبیاے کرام خصوصاً امام الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو بعطاء رب علا جل وعلاعلوم غیبیہ پر کمال حاصل ہے۔اس کی تفصیل کے لئے الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، الکلمۃ العلیاء، اعلام الاذکیاء وغیرہ کتب کا مطالعہ مفید ہے۔

جب بات صاف ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کوعلوم غیبیہ عطافرمائے ہیں توپھراس کاانکار یقینا باعث نار ہے۔یہاں علم غیب نبوی پر تفصیلی بحث مقصود نہیں بلکہ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علوم غیبیہ پر عبور اوصاف حمیدہ میں سے ایک وصف محمود ہے اور یہ بات ہر مومن کے لئے جاننا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے منسوب کسی بھی چیز کی توہین ازروئے شرع متین کفر مبین ہے خواہ وہ نعل پاک نبوی ہو یا علم غیب مصطفوی یہاں تک کہ اگر کسی نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نعل پاک کو"نعیل" کہہ دیا یعنی جوتے کو جتیا کہہ دیا-ازروئے شرع کافرومرتد ہوجائے گا۔توجب نبی کے نعل پاک کی توہین جو جسم کے ظاہر سے منسوب ہے کفر قرار دے دی گئی توپھر علم غیب رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جس کا تعلق باطن سے ہے بھلااس کی توہین آدمی کو کفر سے کیسے بچاسکتی ہے!!!

اب اگر علماوفقہاء ایسے آدمی کو جو علم غیب مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کا مرتکب ہو کافر قرار دیں توکیاوہ مجرم ہیں؟

کیاایسے اشخاص کی تکفیر کو ذاتی عناد کا نتیجہ کہاجائے گا؟

کیاعلم غیب مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین پیارے مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین نہیں؟

کیا بے جا اور متضاد تاویلات سے کفر صریح ختم ہو جاتا ہے؟

کیا علما اہل سنت کی جانب سے قائم کردہ ایرادات کے جوابات ضروری نہیں؟

کیا اہل حق کے اعلان ہل من مبارز کے جواب میں راہ فرار اختیار کرنا ارتکاب جرم کی طرف مشعر نہیں؟

ہزار ہا مسلمانوں کے ایمان برباد کردینے کے بعد بھی گستاخانہ نظریہ پر ڈٹے رہنا البتہ خاموشی سے عبارات میں تبدیلی کرنا کیا پس پردہ غلطی کا اعتراف نہیں؟

آیئے ان ساری تفصیلات کو جانتے ہیں اور احقاق حق اور ابطال باطل کے جذبہ سے سرشار ہو کر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:::

آمدم بر سر مطلب

۸/ محرم ۱۳۱۹ھ کی بات ہے دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی علیہ ماعلیہ نے ایک چندورقی رسالہ تحریر کیا جس میں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم غیب سے متلق ایک استفتاء کا باطل افروز ایمان سوز جواب لکھا جواب میں ایک ایسی عبارت بھی لکھی جس سے اسلامی دنیا میں ہر طرف بے چینی وبیقراری کی لہر دوڑ گئی۔ ذیل میں اس عبارت کو بعینہ نقل کرتے ہیں۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

حفظ الایمان کی کفریہ عبارت

تھانوی جی اپنے رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ ٦ پر لکھتے ہیں:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"

[حفظ الایمان، ص٦، مطبوعہ بلالی سیٹم پریس سادھورہ ضلع انبالہ باہتمام منشی کرم بخش]

ہم نے اصل عبارت میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی مگر ہو سکتا ہے بوجوہ چند ادق الفاظ کے عوام الناس کو اس عبارت کے معانی و مفہوم کے ادراک میں کچھ مشکل پیش آئے، اس لئے ہم ایسے الفاظ کی وضاحت معتبر کتب لغات سے ذیل میں پیش کرتے ہیں:

صبی: چھوکرا، دودھ چھٹا بچہ"[فرہنگ عامرہ،۳۰۵]

مجنون: پاگل دیوانہ،[فرہنگ عامرہ، ۴۲۴]

حیوانات: حیوان کی جمع "جانور"[فرہنگ عامرہ،۱۹۳]

بہائم: بہیمہ کی جمع۔ بہیمہ بے عقل و تمیز جانور"[فرہنگ عامرہ،۱۰۵،۱۰۴]

لغات کی روشنی میں پتہ چلا کہ صبی بچہ کو کہتے ہیں مجنوں پاگل دیوانہ اور حیوانات عام ہے انسان اور جانوروں کے لئے اور بہائم خاص چوپایوں جانوروں کے لئے۔

اب عبارت کا مطلب سمجھیں تھانوی جی فرمارہے ہیں:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ (یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذات پاک) پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر (پوچھنے کی بات یا سوال) یہ ہے کہ اس (علم) غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص (خاصیت) ہے ایسا علم غیب (یعنی جیسا علم حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو حاصل ہے) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (چھوکرا، دودھ چھٹا بچہ) و مجنون (پاگل دیوانہ) بلکہ جمیع حیوانات (حیوان کی جمع "جانور") و بہائم (بہیمہ کی جمع۔ بہیمہ بے عقل و تمیز جانور) کے لئے بھی حاصل ہے۔"

العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نقل کفر کفر نباشد

قارئین! خالی الذہن ہو کر بار بار تھانوی جی کی عبارت پڑھیں اور اندازہ کریں کہ بعض اور کل علوم کی بحث کی آڑ میں نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی کیسی صریح توہین کی گئی ہے؟

سوال نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم غیب کے تعلق سے تھا جانوروں پاگلوں بچوں عام انسانوں کے علم سے متعلق نہیں اور پھر اگر ان کے علم کے تعلق سے بھی سوال ہوتا تو اس میں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم سے مخلوقات میں کسی کے علم کا کیا تعلق کہاں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم پاک اور کہاں عام انسانوں بچوں پاگلوں جانوروں کا علم۔ معاذاللہ صد بار معاذاللہ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگر کوئی ایسی ہی عبارت تھانوی جی کے علم کے متعلق تحریر کر دے کہ "تھانوی جی کے متعلق علم شریعت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے بعض مسائل شریعت مراد ہیں یا کل اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں تھانوی جی کی کیا تخصیص ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل۔

تو کیا تھانوی جی کی اذناب و ذریّات اور ان کے پیروکار حضرات اسے تھانوی جی کی توہین پر محمول نہ کریں گے ؟؟؟

ضرور کریں گے لیکن آج تقریباً سوا سو سال ہونے کو آئے دیوبندی حضرات اس عبارت کی متضاد تاویلات بے جا تشریحات و توضیحات کرتے جا رہے ہیں۔ یہ کیسی علمی دیانت ہے !!!

بلکہ اس سے بڑھ کر دیوبندی حضرات کے لیے لمحۂ فکر یہ ہے کہ ان کی وفاداریاں کس کے ساتھ ہیں ؟؟؟ کیا ان کے نزدیک ان کے پیشوا مولوی کی عزت نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ناموس سے بڑھ کر ہے !!!

یہ کیسا انصاف ہے کہ جو عبارت ان کے حکیم الامت سید الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے کہیں تو گستاخی نہ ہو بلکہ تاویلات تلاش کی جائیں اور ہٹ دھرمی برتی جائے اور جب اسی عبارت کو تھانوی صاحب کے لیے کہا جائے تو گستاخی قرار دے دی جائے !!!

کوئی کہے کہ مذکورہ بالا عبارت میں لفظ

"ایسا" تشبیہ کے لئے ہے "اتنا" ہوتا تو گستاخی ہوتا۔

اور کوئی کہتا ہے کہ لفظ

”ایسا“ ”اتنا“ کے معنی میں ہے اگر بطور تشبیہ ہوتا تو گستاخی ہوتا۔

الغرض یہ کہ ہر ایک خود دوسرے کی تاویل فاسد و مفسد کی ظلمت میں ڈوبتا نظر آئے اور ان میں کا ہر ایک دوسرے کی عبارت سے تکفیر کی زد میں آجائے۔

اور جب بھولے بھالے لوگ ان سے احقاق حق چاہیں تو صاف کہہ دیا جائے کہ بڑوں کی باتوں میں مت پڑو۔ ان کی باتیں علم سے مملو ہوتی ہیں جو تمہای سمجھ میں نہیں آپائیں گی اور اگر وہ پھر بھی بضد رہیں تو پھر انہیں ایسے اسباق یاد کرا دیے جائیں کہ وہ زندگی بھر اس عبارت کو عقدہ لاینحل سمجھ کر چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں اور ہمیشہ اس بحث سے دامن بچائیں۔ احقر اس مسئلہ کو عوام کے ذہنوں کے قریب سے قریب تر کرنے کے لئے ایک عام مثال کا سہارا لے رہا ہے۔

یہ بات ہر ذی عقل پر منکشف ہے کہ جب محبوب کی بات آتی ہے اور اس سے منسوب کسی چیز کی تشبیہ مقصود ہوتی ہے تو بہتر سے بہتر تشبیہات واستعارات کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ بات بھی مد نظر ہوتی ہے کہ اس میں ذم کا پہلو نہ ہو بلکہ خوب سے خوب تر تعریفی پہلو پیش کیا جائے۔ بھلے وہ محبوب کیسا بھی ہو۔ جیسے جب کوئی حسن فانی پر فدا ہو اور اپنے محبوب کی اداؤں کا ذکر کرے تو اسے ہر اس شے سے تشبیہ دینے کو شش کرے گا جو اس کی نظر میں تعریف کے قابل ہو اور اس میں خوبی ہی خوبی ہو کمی کا شائبہ بھی نہ ہو۔ جیسا کہ عام طور پر شعرا جب اپنے ممدوح کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی اداؤں کی تشبیہ پیش کرتے ہیں تو اس کے حسن کے مقابل چاند و سورج کی روشنی کو مات دیتے نظر آتے ہیں ہونٹوں کو گلاب کی پنکھڑیوں سے تشبیہ دیتے ہیں زلفوں کو کالی گھٹا سے تعبیر کرتے ہیں ۔روئے زمین پر کوئی شاعر کوئی ادیب کوئی دانش ور ایسا نہ ہو گا کہ جب اس نے اپنے ممدوح کی تعریف کی ہو اور اس سے منسوب کسی چیز کی تشبیہ میں جانوروں، پاگلوں، بچوں، عام انسانوں کو پیش کیا ہو۔ کبھی کسی ادیب نے اپنے افسانے میں کسی شاعر نے غزل میں اپنے

ممدوح کے حسن کو سفید کتے سے ،اُس کی زلفوں کو جانوروں کی دُم سے یا اُس کی مکمل ذات کو عام لوگوں بچوں پاگلوں سے تعبیر کیا!!!

ہر گز نہیں اس بات کو علم و عقل اور عشق و محبت کی عدالت میں ہر گز ہر گز پسند نہیں کیا جا سکتا۔ یوہیں ماں اپنے کالے کلوٹے بیٹے سے محبت رکھتی ہے مگر جب اس کی تعریف کی بات آئے گی تو اپنے کالے بیٹے کو بھینس سے تشبیہ نہ دے گی بلکہ اس کے کالے چہرہ کو چاند سے تشبیہ دے گی۔ وہ ماں جس نے کبھی اسکول و مدرسہ کا منھ نہ دیکھا کسی استاذ کے سامنے زانوئے ادب طے نہ کئے اسے نہ حروف تہجی کا علم ہے اور نہ ہی تشبیہات واستعارات کی باریکیاں معلوم۔ مگر ہاں وہ اتنا ضرور جانتی ہے کہ اگر میں اپنے بیٹے کو بھینس کی طرح کہوں گی تو بیٹے کی توہین ہو گی اسی لئے چاند سے تشبیہ دے کر اپنی محبت کا اظہار کرتی ہے۔

الغرض ایک اَن پڑھ ماں جو علمی باریکیوں سے نا آشنا ہے مگر اپنی پیاری چیز کی تشبیہ کس شے سے دینا چاہیے کس سے نہیں اُسے بخوبی معلوم ہے۔ محبت کے اسرار ورموز سے بخوبی واقف ہے۔ مگر افسوس کہ وہ جنہیں اُن کی جماعت ''بحر العلوم''تصور کرے،جو اپنی ''بیمار اُمت'' کے ''حکیم'' مانے جائیں -انہیں اس عورت بھر بھی شعور نہیں جس کی ممتا کو اپنے سیاہ رُو بچے کی تشبیہ بھینس سے موزوں ہونے کے باوجود بھی گوارہ نہیں!!!

لیکن یہ علامہ،مولانا، حکیم الامت، پیر طریقت، رہبر شریعت، کہلوانے والے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم مبارک (جس کی کائنات بھر میں کوئی مثال نہیں) کو جانوروں ،پاگلوں ، درندوں ،بچوں ،عام انسانوں جیسا بتائیں -کیا یہی محبت رسول ہے ؟یہی ایمان ہے ؟کیا اسے کفر نہ کہا جائے ؟کیا ایسے فقرے توہین رسالت سے عبارت نہیں؟ان سارے سوالات کے جوابات قارئین پر چھوڑے جاتے ہیں۔

البتہ ہم یہاں تھانوی جی کی عبارت سے متعلق خود تھانوی جی اور دیوبندی مکتبہ فکر کے نام چین و مشہور علما کی متضاد تاویلات و تشریحات قارئین کے سامنے پیش کرتے

ہیں اور تھانوی جی کی عبارت کا کفریہ ہونا خود ان کے علما سے ثابت کرتے ہیں تاکہ منصف مزاج قاری کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جائے۔

علمائے دیوبند کی متضاد تاویلات و تشریحات ایک جائزہ

دیوبندی علما نے تھانوی جی کی کفریہ عبارت کو خالص ایمانی بنانے کے لئے جو کوششیں کی ہیں اور جس انداز میں غلط وفاسد تاویلات کا سہارا لیا اس کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کے لئے ایک جلد تیار ہو جائے یہ مختصر سی کتاب اس کی حامل نہیں ہم یہاں بس چند علما کی تاویلات کو نقل کریں گے لیکن اس سے پہلے ہم تھانوی جی کی عبارت میں لفظ ''ایسا'' جو عبارت میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی لفظ کو لے کر بحث ومباحثہ ہوتے رہے ہیں اور علما دیوبند نے تھانوی جی کی عبارت کی تاویل کرتے ہوئے خاص کر لفظ ''ایسا'' کو ہی اپنی تحریر کا محور بنایا ہے۔لہذا یہاں اسی لفظ کی وضاحت ہم مشہور اردو لغات کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں:

''ایسا'' کا لغوی مفہوم

فرہنگ آصفیہ میں ''ایسا'' کی تشریح:

ایسا: صفت، مانند ہم شکل، مماثل، مساوی، متوازی، اس قسم کا، اس طرح کا، اس بھانت کا، بحالت تابع فعل اس قدر، اتنا، فقرہ ایسا کھانا کھایا کہ بدہضمی ہو گئی۔)

[فرہنگ آصفیہ، جلد ۱/ ۲۴۰]

فیروز اللغات اردو میں ہے:

''ایسا، اس قسم کا، اس شکل کا، مماثل، مانند، اس نمونے کا، اس طرح، یوں''

[فیروز اللغات اردو: جلد ۱/ ۱۵۳]

امیر اللغات میں ہے:

''ایسا۔ اس قسم کا، اس شکل کا، اس قدر، اتنا، مماثل، مانند، اس طرح، یوں۔''

[حصہ دوم ص ۳۰۲، مولفہ منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی]

قائد اللغات میں ہے:

"اسی شکل کا، اس قسم کا، اتنا، اس قدر، مثل، مانند، یوں، اس طرح"

[قائد اللغات، ۱۲۹ مؤلفہ نشتر جالندھری]

نور اللغات میں ہے:

"ایسا: اس قسم کا، اس شکل کا، اس قدر، اتنا، مانند مثل، [۱/۴۰۹]

الحاصل: لغوی حیثیت سے لفظ ایسا تشبیہ یا مقدار کے معنی میں مستعمل ہے۔

اب رہا تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "ایسا" کس معنی میں ہے تو آیئے ہم چند دیوبندی مشہور علما کی کتب کے حوالے سے ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے لفظ ایسا کس معنی میں لیا ہے۔

لفظ "ایسا" بمعنی "اتنا"

۱۔ مولوی مرتضی حسن دربھنگی کی تاویل

مولوی مرتضی حسن چاندپوری مدرس وناظم شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند، تھانوی جی حفظ الایمان کی عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واضح ہو کہ " ایسا" کا لفظ فقط 'مانند' اور 'مثل' ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی 'اس قدر' اور 'اتنے' کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں"

[توضیح البیان فی حفظ الایمان مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند، ص ۱۷]

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" بمعنی "اس قدر" اور "اتنا" ہے پھر تشبیہ کیسی"

[مرجع سابق، ص ۸]

مولوی مرتضی حسن صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے تھانوی جی کی عبارت کفریہ میں لفظ ایسا اس قدر اور اتنا کے معنی میں ہے۔

۲۔ دیوبندی مشہور مناظر مولوی منظور نعمانی کی توضیح

مولوی منظور نعمانی کے نزدیک بھی اس عبارت میں لفظ ایسا "اتنا" کے معنی میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

"پس حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں ہے"

[فتح بریلی کا دلکش نظارہ، ص ۶۷، مطبوعہ، مکتبہ مدنیہ لاہور]

مزید کہتے ہیں:

"عبارت زیر بحث میں بھی جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ایسا بمعنی اتنا مستعمل ہے اور تشبیہ کے لئے نہیں ہے"

[صاعقہ آسمانی، حصہ اول ص ۱۴]

۳۔ مولوی سرفراز گھکڑوی کی تاویل

مولوی سرفراز گھکڑوی اپنی کتاب "عبارات اکابر" میں لکھتے ہیں:

"لفظ ایسا سے "اس قسم کا" یا "اس قدر" یا "اتنا" کوئی معنی مراد لیں اس کے پیش نظر حضرت تھانوی جی کی مذکورہ عبارت بالکل بے غبار اور بے داغ ہے۔"

[عبارات اکابر، ص ۱۸۷]

بالجملہ مولوی مرتضی حسن دربھنگی، مولوی منظور نعمانی اور مولوی سرفراز گھکڑوی کی عبارات بالا سے یہ نتیجہ نکلا کہ تھانوی جی کی عبارت میں لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے۔ تو اب تھانوی جی کی عبارت یوں ہوئی۔

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے "اتنا" یا "اس قدر" یا "اس قسم کا" علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"

اب اس عبارت میں لفظ "ایسا" کو "اتنا" ماننے کی صورت میں کیا قباحت ہے۔

آیئے دارالعلوم دیوبند کے صدرالمدرسین اور دیابنہ کے شیخ العرب والعجم مولوی حسین احمد سے ملاحظہ فرمائیں:

الشہاب الثاقب کی توضیح

مولوی حسین احمد مدنی صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند، لفظ ایسا کو اتنا کے معنی میں مان لینے سے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا عبارت میں لفظ ''ایسا'' فرمارہے ہیں لفظ ''اتنا'' تو نہیں فرمارہے ہیں اگر لفظ ''اتنا'' ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذاللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا''

[الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، مطبع قاسمی دیوبند، ص ۱۱۱]

الحاصل۔ مولوی مرتضی حسن دربھنگی، مولوی منظور نعمانی اور مولوی سرفراز گھگروی نے تھانوی جی کی عبارت میں لفظ ایسا بمعنی اتنا مانا ہے اور مولوی حسین احمد کے نزدیک اگر عبارت میں لفظ ایسا اتنا کے معنی میں مان لیا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذاللہ تھانوی جی نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم اور چیزوں (زید بکر صبی مجنون جمیع حیوانات و بہائم) کے علم کے برابر کر دیا ہے اور نبی پاک کے علم کو عام انسانوں بچوں پاگلوں جانوروں کے برابر کر دینا کیا نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین نہیں؟؟؟

کیا اس عبارت میں صاف صاف کفر نظر نہیں آرہا ہے؟؟؟ قارئین فیصلہ کریں۔

لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے لئے

الشہاب الثاقب میں لفظ ''ایسا'' بمعنی تشبیہ

مولوی حسین احمد لکھتے ہیں:

''لفظ ایسا تو تشبیہ کا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی کو کسی سے تشبیہ دیا کرتے ہیں تو سب چیزوں میں مراد نہیں ہوا کرتی'' [مرجع سابق]

اور لکھتے ہیں:

"ادھر لفظ "اتنا" تو نہیں کہا بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں۔"

[مرجع سابق، ص ۱۱۲]

مولوی حسین احمد کے نزدیک تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہے تشبیہ کے معنی میں لینے سے کوئی حکم عائد نہیں ہو گا لیکن انہیں کے ایک عظیم مناظر مولوی مرتضی حسن تشبیہ کا معنی مراد لینے کو کفر قرار دے رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

"اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو" [توضیح البیان: ص ۱۳]

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ بعض دیوبندی علما کے نزدیک تھانوی جی کی عبارت میں لفظ ایسا "اتنا" کے معنی میں ہے اور بعض کے نزدیک تشبیہ کے لئے جنہوں نے تشبیہ کے لئے ماناان کے نزدیک "اتنا" ماننے کی صورت میں کفر ہے اور جنہوں نے "اتنا" مانا انہوں نے تشبیہ کے معنی ماننے کو سبب تکفیر قرار دیا۔ لہٰذا عبارات بالا کی روشنی میں خود دیوبندی علما کے نزدیک تھانوی جی کی عبارت کا کفریہ ہونا ثابت ہو گیا۔

یہ بحث تو تھانوی جی کے اذناب وذرّیات کی جانب سے تھی۔ خود تھانوی جی نے لفظ "ایسا" کس معنی میں لیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

تھانوی جی کے نزدیک لفظ "ایسا" بیان کے لئے

تھانوی جی نے یہ جان لیا تھا کہ اگر لفظ "ایسا" تشبیہ کے معنی میں لیا جائے تو بھی کفر ہے اور اتنا کے معنی میں ہو تب بھی کفر ہے۔ لہٰذا تھانوی جی نے ایک اور مفہوم ایجاد کیا اور لفظ ایسا کو بیان کے لئے مان کر الزام کفر سے خود کو بچانے کی ناکام کوشش کی۔ تغییر العنوان میں لکھتے ہیں:

"لفظ ایسا بقرینۂ مقام مطلق بیان کے لئے آتا ہے"

[حفظ الایمان مع تغییر العنوان، ص ۱۲۱، ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور]

تھانوی جی کی تاویل بے جا کے جواب میں بس شیر بیشہ اہل سنت کی طرف سے تحریر فرمودہ جواب نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

”تھانوی جی بھلا حکیم الامت کہلا کر اردو ادب کے مسائل سے بھی آپ کیا جاہل ہوں گے ضرور ہے کہ دانستہ سب کچھ دیکھ بھال کر مسلمانوں پر اندھیری ڈالنا چاہتے ہیں۔ ہاں تھانوی جی ہم سے سنیے ایسا کا لفظ مطلق بیان کے لئے وہاں آتا ہے جہاں مشبہ بہ مذکور نہ ہو نہ صراحتًا نہ حکماً اور جہاں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں موجود ہوں وہاں قطعاً یقینا ایسا کا لفظ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے ...... آپ کی عبارت میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں موجود ہیں اور یہاں لفظ ایسا یقینا تشبیہ کے لئے ہے مطلق بیان کے لئے ہر گز نہیں ہو سکتا۔“

[قہر واجد دیان بر ہمشیر بسط البنان، ص ۱۴]

اب تک تو تھانوی جی کی عبارت کی قباحت وشناعت اور اس عبارت کے کفریہ ہونے پر انہیں کے جماعت کے نام وَر مناظرین وناقدین کی عبارتیں پیش کی گئیں۔ اب ہم ذیل میں تھانوی جی کی عبارت سے متعلق دو چند غیر جانب دار حوالے پیش کرتے ہیں جسے پڑھ کر منصف مزاج قارئین کی نظر میں تھانوی جی کی عبارت کے کفریہ ہونے اور اس کے قائل کے کافر ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہے گا۔

حفظ الایمان کی عبارت کفریہ اور غیر جانب دار حضرات کے تاثرات

چشم وچراغ خاندان امام ربانی مجدد الف ثانی مولانا محی الدین عبد اللہ ابو الخیر دہلوی قدس سرہ جو اکابر دیوبند مولوی عبد الرشید گنگوہی مولوی قاسم نانوتوی وغیرھما کے مخدوم زادے تھے کیوں کہ ان دونوں حضرات نے حضرت قدس سرہ کے گھرانے سے علمی خیرات حاصل کی تھی۔ گنگوہی صاحب حضرت کے جد امجد شاہ احمد سعید قدس سرہ کے شاگرد تھے اور نانوتوی صاحب حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کے بھائی شاہ عبد الغنی صاحب کے شاگرد تھے گویا اکابر دیوبند کا حضرت ابو الخیر قدس سرہ کے گھرانے سے کافی

گہرا تعلق تھا البتہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا حضرت ابوالخیر قدس سرہ سے کوئی بھی رشتہ نہیں تھا تو اب حضرت ابوالخیر کا اکابر دیوبند سے متعلق کچھ بھی کہنا اعلیٰ حضرت کے حصہ میں نہیں آتا ہے۔ منصف مزاج حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ جب اکابر دیوبند سے متعلق کوئی کچھ کہتا ہے تو اسے ''رضاخانی'' یا ''بریلوی'' کہہ کر مخالفین کے زمرے میں ڈال کر حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں ان کے لئے یہ راستہ بھی مسدود ہو چکا ہے کیوں کہ حضرت ابوالخیر قدس سرہ کے بارے میں وہ بھی بخوبی واقف ہیں کہ ان کا اعلیٰ حضرت سے ظاہری کوئی رشتہ نہیں ملتا تھا لہٰذا ہم یہاں تھانوی جی کی عبارت کی شناعت سے متعلق انہیں ابوالخیر قدس سرہ کا نظریہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

تھانوی جی کی حفظ الایمان حضرت ابوالخیر قدس سرہ کی نگاہ میں

حضرت ابوالخیر کے صاحب زادے حضرت زید فاروقی صاحب ''بزم خیر اززید'' میں رقمطراز ہیں:

''۱۹۱۱ء میں جب ابوالخیر قدس سرہ میرٹھ تشریف لے گئے تو وہاں شیخ بشیر الدین کی کوٹھی ''لال کرتی'' میں آپ سے ملاقات کے لئے مولوی تھانوی جی اور مولوی حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حاضر آئے، دعا سلام کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا- مدرسہ دیوبند کی بدانتظامی پر حضرت نے فرمایا ''ہم نے سنا ہے مدرسہ پہلے کی طرح اب دین کی خدمت نہیں کر رہا ہے'' دونوں صاحبان نے صفائی پیش کی۔''

[بزم خیر اززید ص ۱۱]

اس کے بعد حضرت پیر سید گلاب شاہ صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ حضور اس طرح دین کی خدمت ہو رہی ہے۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب براہین قاطعہ کی کفریہ عبارت (آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنہیا کے جنم کی'') پیش کی۔ اس آخری عبارت کو

سن کر حضرت کو ازحد ملال ہوا اور حضرت نے اظہارافسوس فرمایااوراس پر کچھ دیر اور گفتگو جاری رہی بعدہٗ پیر گلاب شاہ نے تھانوی جی کی حفظ الایمان کی کفریہ عبارت حضرت کو سنائی۔ جس پر حضرت نے تھانوی جی سے فرمایا:

’’کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقے پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟مولوی صاحب نے کہا: میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کر دی ہے۔ آپ نے بجواب ارشاد کیا:

تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر کتنے لوگ گم راہ ہوئے ہم دوسرے رسالے کو لے کر کیا کریں۔[مرجع سابق ص۱۱]

ابوالحسن زید فاروقی صاحب مزید رقم طراز ہیں:

’’اس کے بعد تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر آپ نے فرمایا نماز کا وقت ہو گیا ہے جس کا وضو نہ ہو وضو کرلے۔ اس موقع پر کچھ لوگ اُٹھے اور مولوی صاحب اور حافظ صاحب بھی اس وقت تشریف لے گئے آپ نے نماز پڑھائی حسب معمول نماز شروع کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا: ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے۔[ص۱۲]

تھانوی جی کے ایک مرید وصل بلگرامی نے کتاب بزم جمشید میں مذکورہ بالا واقعہ کو قدرے اختلاف سے بیان کیا ہے قطع نظر اس پورے واقعہ کے ہم بس بزم جمشید سے ایک آخری عبارت پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ؛

’’مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلی پر جاتے ہی فرمایا کہ میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علاحدہ ہو جائیں۔‘‘[ص۱۳]

شہزادہ حضرت ابوالخیر قدس سرہ اور حفظ الایمان

حضرت زید فاروقی صاحب فرماتے ہیں:

’’حفظ الایمان کی عبارت براہین قاطعہ کی عبارت سے قباحت اور شناعت میں بڑھی ہوئی ہے۔‘‘[بزم خیر از زید ص۲۱]

مزید لکھتے ہیں:

"اس رسالہ کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔" [مرجع سابق، ص ۲۳]

تھانوی جی کی حفظ الایمان پر حضرت پیر سید محمد جیلانی بغدادی کا فتوی تکفیر

حضرت علامہ پیر سید محمد جیلانی بغدادی حیدرآبادی ثم المدنی کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین فرماتے ہیں کہ

"میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدر آباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ لائے اور اس سے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے اس کے چند روز بعد مسجد میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد فرزند مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علما کا اجتماع ہوا چوں کہ حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لئے انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علما نے اظہار خیال فرمایا آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتوی دیا پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا ہم تم سے خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو تو آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں مقیم رہے اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے۔"

[حاشیہ مقامات خیر ص ۶۱۶، بحوالہ مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا مشمولہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات۔ ص ۹۷]

قارئین! اب تک ہم نے حفظ الایمان کی عبارت سے متعلق ایک طویل ومفید بحث کو قلم بند کیا۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ تھانوی جی کی اس کفریہ عبارت کے جواب میں علما اہل سنت کا رد عمل کیا رہا، ملاحظہ فرمائیں:

حفظ الایمان کی کفریہ عبارت پر علمائے اہل سنت کا رد عمل

تھانوی جی کی اس ایمان سوز عبارت کے منظر عام پر آتے ہی ایک کہرام بپا ہو گیا ہر طرف بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہر دل مومن مضطرب نظر آنے لگا ہندوستانی فضا مسموم ہو گئی۔ مسلمانوں میں آپسی کشیدگی کا باضابطہ آغاز ہو گیا جو آج سو سال گزر جانے کے بعد بھی محسوس کی جا رہی ہے۔ اہل علم حضرات نے تحقیق حال اور تصدیق عبارت کے لئے خطوط روانہ کئے مگر جواب ندارد علمانے مل کر کوئی حل نکالنا چاہا مگر ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا بحث ومباحثہ کی نوبت آئی مگر جواب جاہلاں باشد خموشی کہہ کر خود کو بچا لیا گیا۔

آخر علمانے جب اتمام حجت فرمالیا تو پھر عبارت کی قباحت وشناعت اور قائل کی تکفیر وگم راہی کا حکم دے دیا۔ ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے المعتمد المستند میں اس عبارت کو کفریہ قرار دیتے ہوئے اس کے قائل پر حکم کفر صادر فرمایا اور ۱۳۲۳ھ میں علمائے حرمین شریفین سے بھی تھانوی جی اور دیگر علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر تقاریظ وتصدیقات مع دستخط ومہر حاصل کر کے ”حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین“ کے نام سے کتابی شکل میں شائع فرمائی۔

ہاں یہ بات یہاں بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بیچ علمانے تھانوی جی سے بذریعہ مکاتبت بلکہ خود بالمشافہ ملاقات کر کے بھی معاملہ کو نمٹانے کی حد بھر کوشش فرمائی مگر کامیابی نہ ملی۔ مسیت گنج کا واقعہ اس کا کھلا ثبوت ہے کہ جب ۱۲/ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ بروز منگل صبح کے وقت مدرسہ منظر اسلام کے چند ہونہار وذی شعور طلبہ اور شہر بریلی کے چند معزز وذمہ دار حضرات علم غیب نبوی اور خود تھانوی جی کی عبارت کو لے کر بیس (۲۰) سوالات پر مشتمل ایک استفتاء لے کر تھانوی جی کے پاس مسیت گنج پہنچے تو تھانوی جی نے

”مجھے معاف کرو آپ جیتے میں ہارا، میں مباحثہ کرنا نہیں چاہتا میں اس فن میں جاہل ہوں او میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک ہو“

کہہ کر جواب طلب مسائل کے سلسلے میں کسی طرح کی کوئی بھی بات کرنا گوارا نہیں کی۔ جس کی وجہ سے معاملہ جوں کا توں رہ گیا۔ آیئے اس کی قدرے روداد ملک العلما حضرت العلام ظفر الدین علیہ الرحمہ کی زبانی سنتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

تھانوی جی کا اقرار شکست

”شب ہی کو یہ سوالات لکھ کر صبح معززین و عمائد شہر مثل جناب خواجہ محمد حسن صاحب و عالی جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب و رئیس دیندار جناب شیخ محمد تصدق حسین خاں صاحب و جناب منشی محمد ظہور صاحب و جناب محمد عثمان خاں صاحب و دیگر معزز و معظم سادات کرام کے ہمراہ مولوی اشرف علی صاحب کے فرود گاہ پر حاضر ہوئے.......

مگر ہزار افسوس کہ مولوی صاحب موصوف ان سوالات کا سرنامہ دیکھتے ہی سخت مضطرب ہو گئے اور بہت منت و ساجت سے انہیں فوراً واپس دیا ہر چند گزارش کی گئی کہ یہ کوئی مباحثہ نہیں چند مسائل کا جواب مطلوب ہے مگر مولوی صاحب بات زبان سے نہ نکلنے دیتے تھے برابر معاف کیجئے فرماتے تھے۔ ہواخواہوں کی اڑائی ہوئی خبر مباحثہ مولوی صاحب کے کانوں تک پہنچی ہوئی تھی اور وہی تصویر آنکھوں کے سامنے تھی حتی کہ مجبوراً اس لفظ پر ختم فرمایا کہ آپ جیتے۔ میں ہارا ہم طلبہ اور تمام اہل سنت حضار واقعہ سخت حیران تھے کہ عالم سے چند مسائل دریافت کئے جائیں اس پر اس قدر گھبراہٹ کس لئے؟ آخر بامجبوری سب حضرات واپس آئے۔ اسی وقت وہی پرچہ سوالات بصیغہ رجسٹری رسید طلب مولوی صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ آج تیسرے دن انکاری ہو کر واپس آیا اب بذریعہ طبع حاضر کئے جاتے ہیں: الخ“

[ظفر الدین الجید معروف بہ بطش غیب: مشمولہ تحفہ حنفیہ پٹنہ جمادی الاولی ۱۳۲۴ھ ص ۱۱،۱۰]

مزید آگے فرماتے ہیں:

"یہ بیس(۲۰) سوال لے کر مولوی اشرف علی صاحب کے پاس مسیت گنج گئے اور سوالات کا مسودہ فقیر عبدالرشید نے ان کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ ان کے جواب مرحمت فرمائیے۔ مولوی صاحب نے ہاتھ میں لے کر واپس کیا جب کہا گیا کہ آپ انہیں دیکھ تو لیجئے جواب دیا کہ میں نے آپ سے لے لیا اب آپ مجھ سے لے لیجئے میں مباحثے کے واسطے نہیں آیا ہوں اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے۔

(کیا احقاق حق فن فساد ہے۔ کیا علمی سوالات کرنا اور آپ کی کسی عبارت کی توضیح علم کی روشنی میں طلب کرنا فن فساد ہے یا یہ کہہ کر حقیقت سے چشم پوشی مقصود ہے اسے ارباب علم و دانش محسوس کر سکتے ہیں)۔......

جب کہا گیا یہ مباحثہ نہیں ہے بلکہ چند سوالات ہیں تو کہا کہ آپ کتنا ہی کہیں میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اور لکھ چکا ہوں وہی کہوں گا اور اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا مجھے معاف کیجئے آپ جیتے میں ہارا۔"[مرجع سابق، ص۱۸]

قارئین حضرات! تھانوی جی کا اس طرح اہل علم حضرات کے سوالات کو نظر انداز کرنا اسے فن فساد سے تعبیر کرنا اور کسی بھی بحث و مباحثہ سے پہلو تہی کرنا لوگوں سے بات کرنے سے کترانا بات بات پر "تم جیتے میں ہارا" کی رٹ لگانا پس پردہ اپنے جرم کا اعتراف کرنا ہے یا نہیں؟ یقیناً ہے۔

خیر پھر ۱۳۲۹ھ میں سرزمین مرادآباد میں دیوبندی مکتب فکر اور اہل سنت کے مابین ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو گئی۔(تھانوی جی کے خلاف ۱۳۲۵ھ سے ۱۳۲۸ھ تک ہوئی کارروائی اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں) دیوبندی علماے اہل سنت کے خلاف جگہ جگہ تقریریں کرنے لگے تقریروں میں اپنے پیشواؤں کی عبارات کی تاویلات فاسدہ و مفسدہ کرنے لگے اور حسام الحرمین کے مندرجات کی تغلیط۔ علماے اہل سنت خصوصاً

صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے بھی جواب الجواب تقریریں کرنا شروع کر دیں اور پھر اس کے نتیجہ میں مرادآباد میں اعلیٰ حضرت اور تھانوی جی کے مابین مناظرہ طے پایا۔ لیکن افسوس کہ تھانوی جی مرادآباد کے میدان مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ کر سکے اور جب ان کے حواریوں نے محسوس کیا کہ ہمارے پیشوا میں مجال دم زدن نہیں، مناظرہ ومقابلہ کی تاب نہیں تو ان کے بھی حواس باختہ ہو گئے اور انہیں کچھ سجھائی نہ دیا اور پھر پولیس سے استغاثہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس واقعہ کی مکمل روداد ہم نے مرادآباد کے مشہور اخبار "مخبر عالم" رامپور کے مشہور اخبار "دبدبہ سکندری" اور دیگر رسائل نادرہ قدیمہ کے حوالے سے اگلے صفحات میں بالتفصیل سپرد قرطاس کی ہے:

تھانوی جی کی حفظ الایمان کی صفائی میں بسط البنان کی اشاعت

ہاں یہاں یہ بتانا بھی ازحد ضروری ہے کہ اس مناظرہ سے راہ فرار اختیار کر لینے کے بعد تھانوی جی نے حفظ الایمان کی اشاعت کے دس سال بعد شعبان ۱۳۲۹ھ کو حفظ الایمان کی متنازعہ کفریہ عبارت کو من وعن رکھتے ہوئے اس کی بے جا تاویل فاسد تشریح کی ایک ناکام کوشش کی، اور چند ورقی کتاب اپنی صفائی میں لکھی، اور اسے "بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان" کے نام سے موسوم کیا۔ موصوف کی اس کتاب کے جواب میں حضور مفتی اعظم ہند نے ایک سو بائیس (۱۲۲) ایرادات پر مشتمل کتاب مستطاب "وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان" اور "ادخال السنان الیٰ حنک الحلقی بسط البنان" تحریر فرمائی جس کے بعد پھر تھانوی جی کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو جناب نے جواب کی طرف التفات نہیں فرمایا۔

۱۳۳۲ھ کو ایک بار پھر تھانوی جی کے حواریوں نے رہتک پنجاب میں اعلیٰ حضرت اور تھانوی جی کے مابین مناظرہ کی بابت پیغام بھیج دیا۔ اس واقعہ کی تفصیلی روداد بھی اگلے صفحات میں قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔

تھانوی جی کا ایک اور کفر

تھانوی جی ابھی اپنے پہلے کفر کی صفائی بھی نہ دے پائے تھے کہ ایک اور کفران سے سرزد ہو گیا اس کفر نے ان کے دامن پہ لگے کفر کے پہلے دھبہ کو اور بھی پکا کر دیا ہوا کچھ یوں کہ ۱۳۳۵ھ میں ان کے ایک عقیدت مند مرید نے ایک ایمان سوز خواب دیکھا جو سوال کی شکل میں تھانوی جی کی سرپرستی میں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے شائع ہونے والے رسالہ ''الامداد''میں شائع ہوا اور ساتھ میں تھانوی جی کا ایمان سوز جواب بھی شائع کیا گیا اس مرید نے خواب میں کلمہ شریف ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنے کے بجائے ''لاالہ الااللہ اشرف علی رسول اللہ'' پڑھا

اور حالت بیداری میں درود شریف ''اللّٰھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا محمد'' کی جگہ ''اللّٰھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی'' پڑھا۔

توجواب میں تھانوی جی نے اپنے اس عقیدت مند کے اس کفریہ خواب کی تردید و تکذیب کی بجائے اس کی تصدیق اور ایمان سوز خواب کی ایمان افروز تعبیر کرتے ہوئے یہ لکھ دیا:

''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالی متبع سنت ہے۔''

ہم قارئین کی تسلی کے لئے رسالہ الامداد سے اس پورے خواب کو من وعن نقل کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ قارئین کو پھر کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

تھانوی جی کے مرید کا کلمہ

تھانوی جی کا مرید لکھتا ہے:

''ایک دفعہ ریاست رام پور جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے ان کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور (تھانوی جی) سے بیعت ہیں اس لئے ان سے اور بھی محبت ہو گئی تو اثناء گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالہ 'الامداد اور حسن العزیز'

بھی ماہ واری آتے ہیں۔ بندہ نے ان کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو ان مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھ کو دیکھنے کے واسطے دیے۔ الحمد للہ جو لطف ان سے اٹھایا بیان سے باہر ہے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جگہ حضور (تھانوی جی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے "رسول اللہ" کے نام کے "اشرف علی" نکل جاتا ہے۔

حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (تھانوی جی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔

اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا، لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا، لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دُور کیا جائے، اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں:

'اللّٰھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی'

حالانکہ بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔"

اس کے جواب میں تھانوی جی لکھتے ہیں:

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالی متبع سنت ہے۔ ۲۴/ شوال ۱۳۳۵ھ"

[رسالہ الامداد تھانہ بھون ماہ صفر ۱۳۳۶ھ جلد ۳ عدد ۸، صفحہ ۳۵، ۳۴، مطبع امداد المطابع تھانہ بھون]

تھانوی جی کی شرعی گرفت اعلیٰ حضرت کے قلم سے

مذکورہ بالا خواب اور واقعہ بیداری کی بابت جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا اور خواب دیکھنے والے تھانوی جی کے مرید اور خود تھانوی جی کے تعلق سے شرعی حکم دریافت کیا گیا تو آپ نے اس واقعہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے قائل اور مصدق یعنی پیر و مرید دونوں پر حکم کفر صادر فرمایا۔ یہاں ہم بس چند اقتباسات اعلیٰ حضرت کے فتوی سے نقل کرتے ہیں اعلیٰ حضرت خواب دیکھنے والے کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"جب نصف سطر میں اس کی بات نہیں مانی جائے گی تو وہاں کیسے تصدیق جائز ہو گی؟ جب خواب میں اور سارا دن بیداری میں ایسا بکتا رہا بلکہ یہ شخص تو یقینا ظالم، زیادتی کرنے والا اور کذاب و جھوٹا ہے، کیا تمہارے علم میں نہیں اللہ تعالیٰ نے جسم کو ارادہ دل کے تابع بنا رکھا ہے۔ حق واضح فرمانے والے ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: سنو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے تو تمام جسم درست رہتا ہے۔ اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے سن لو وہ دل ہے۔ زبان کا قول اس وقت

ہی فاسد ہو گا جب اس سے پہلے دل فاسد ہو گا، مذکور شخص کا دعوی یہ ہے کہ اس کے منہ میں زبان ایسا حیوان ہے جو اپنے ارادہ میں مستقل ہے دل کے تابع نہیں جیسے کوئی سخت سرکش گھوڑا نہایت ہی کمزور سوار کے تحت ہو وہ اس گھوڑے کو دائیں طرف لے جانا چاہے مگر وہ بے پرواہو کر بائیں طرف چل پڑے جب بھی اسے وہ دائیں جانب لانے کی کوشش کرے وہ بائیں ہی کو جائے۔ حتی کہ سارا دن دل اور زبان میں جھگڑا رہا اور زبان کو غلبہ حاصل ہو گیا یہ بات و دعوی نہایت غیر معقول ہے۔ اور ہر گز قابل سماعت و توجہ نہیں۔

اس پر بلاشبہ کفر کا ایسا حکم ہی صادر ہو گا جو ٹل نہیں سکتا۔ کیا تم نے کبھی یہ سنا کوئی شخص اسلام کا دعوی کرتا ہے اور سارا دن ''محمد رسول اللہ'' کی بجائے ''فلاں رسول اللہ'' کہتا رہے یا اپنے والد کو اے کتے، کتے کے بیٹے یا خنزیر بن خنزیر کہتا رہے اور صبح تا شام اس کی زبان پر یہی جاری رہے پھر کہے میں تو یہ کہنا چاہتا تھا اے میرے ابا جان، اے میرے سردار، مجھ سے میری زبان جھگڑ پڑی اور اس نے اب اور سردار کی جگہ کلب اور خنزیر کہہ دیا، اللہ کی قسم یہ بات ہی غلط ہے، ایسی بات کو دیوانے کے علاوہ کوئی قبول نہیں کرے گا۔ یہ تو اس قائل کا حکم ہے۔''

اعلیٰ حضرت اس خواب کی تصدیق کے سبب تھانوی جی پر حکم کفر لگاتے ہوئے اور اس سے قبل علما اہل سنت خصوصا علمائے حرمین شریفین کی جانب سے تھانوی جی کی تکفیر کی یاددہانی کراتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رہا معاملہ اثر فعلی کا جو اس نے جواب میں لکھا تو اس میں اس کے کفر کی تعریف کی ہے اور بلاشبہ کفر کو اچھا کہنا اور سمجھنا بھی کفر ہوتا ہے کیونکہ مجیب نے اس میں اپنی ذات کی تعظیم و وصف کو سمجھا ہے کہ وہ اللہ کا رسول صاحب قوت ہے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بجائے ان پر درود و سلام اور نبوت کے ساتھ مدح کی گئی ہے وہ اس پر خوش ہوا ہے اور ہر ایک کو اس نے اس کی اجازت دی ہے اور اس تباہ و برباد ہونے والے کے لئے اسے تسلی قرار دیا، تم ہی بتاؤ اگر اس تھانوی کو یا اس کی ماں کو یا اس کے والد کو سارا دن گالی

دیتا اور پھر کہتا میں تو تمھاری مدح و تعریف کرنا چاہ رہا تھا لیکن زبان نہ مانی وہ صبح سے تجھے، تیرے والد اور تیری ماں کو گالی دیتی رہی تھی حتی کہ شام ہو گئی، کیا اشرف علی یا کوئی سب سے کمینہ اگرچہ وہ موچی، ماشکی یا کوئی اور گھٹیا آدمی ہو، ان عذروں کو قبول کر لے گا اور اسے کہے گا تمہارے لئے اس میں تسلی ہے کہ جس سے محبت کرتے ہو اور تم اسے گالی دیتے ہو وہ اصل خنزیر ہے وہ ہرگز نہیں قبول کرے گا، بلکہ وہ غیظ میں جل جائے گا غیرت سے مر جائے گا وہ کچھ کر گزرے گا جو اس کے بس میں ہو حتی کہ اگر اسے طاقت ہو تو وہ اسے قتل کر دے گا تو یہاں تسلی دینا فقط رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین اور مرتبہ نبوت ورسالت اور خاتم الانبیا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بے ادبی اور تحقیر پر ہے ......

بلا شبہ اشرف علی اور اس کا مذکور مرید دونوں ربّ غیور کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔ انہیں کی خواہشات نے فریب دیا اور شیطان دھوکہ باز نے انھیں اللہ سے دھوکے میں ڈالا، بلکہ اشر فعلی کفر اور جھوٹ کے اعتبار سے اشد و اعظم ہے کیوں کہ مرید نے خیال کیا جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ واضح طور پر غلط اور نہایت ہی قبیح و بدتر ہے۔ لیکن یہ اشر فعلی نہ تو اس قول کو بُرا کہہ رہا ہے اور نہ اس کے قائل کو جھڑک رہا ہے، بلکہ اسے اچھا جان رہا ہے اور اس کو اس کے لئے تسلی قرار دے رہا ہے، مگر اس پر کچھ تعجب نہیں جس نے واضح طور پر نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کہ وہ سبّ وشتم کیا ہے جس کا تذکرہ سوال میں ہے جس پر علمائے حرمین کریمین نے اسے کافر اور مرتد قرار دیا تو اس سے کس کفر کا تعجب کیا جائے جب کہ اس کے نزدیک تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرح علمِ غیب ہر بچے، مجنون اور چارپائے کو حاصل ہے حالانکہ بلاشبہ اس کا اپنا علم اُن برے خسیسوں سے زیادہ ہوا تو گویا اس کا گمان یہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اعلم و اکرم ہے۔ لہذا اس نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بجائے اپنے لئے نبوت ورسالت کا دعوی حق جانا، اللہ تعالی ایسے متکبر سرکش لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے"

[الجبل الثانوی علی کلیۃ التھانوی، مشمولہ فتاوی رضویہ جدید، ۱۵/ ۸۱ تا ۸۵]

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

تھانوی جی کے مرید کا مذکورہ واقعہ مکمل مبنی بر کفر تھا تھانوی جی کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اپنے مرید کو اس کفر پر تنبیہ کرتے اور حکم شرعی سے آگاہ کرتے ہوئے اسے توبہ تجدید ایمان وغیرہ کا حکم شرعی بتاتے مگر انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا کرتے بھی کیوں اُن کی عادت ہی نہیں تھی کہ غلطی کو غلطی مانیں خواہ وہ غلطی کفر کی حد تک ہی کیوں نہ ہو اس سے ایمان ہی کیوں نا چلا جائے، ان کی اس عادت سے بیگانے تو بیزار تھے ہی اپنے بھی شکایت کئے بغیر نہ رہ پائے انہیں کی جماعت کے ایک نامور عالم فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبر آبادی اس بات کی صاف گواہی دیتے ہوئے اپنے ماہواری رسالہ برہان میں لکھتے ہیں:

"اپنے معاملات میں تاویل و توجیہہ اور اغماض و مسامحت کرنے کی مولانا میں جو خو تھی اس کا اندازہ ایک واقعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں ہر چند کلمۂ تشہد صحیح صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ہوتا یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد "اشرف علی رسول اللہ" منہ سے نکل جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ کلمہ کفر ہے شیطان کا فریب ہے اور نفس کا دھوکہ ہے۔ تم فوراً توبہ کرو اور استغفار پڑھو۔ لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے اور یہ سب اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔"

[برہان دہلی فروری، ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۰۷]

اس کے بعد ۱۳۳۸ھ میں رنگون کے دیوبندی حضرات نے تھانوی جی کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کو دعوت مناظرہ پیش کی جس کے جواب میں آپ نے ایک خط تھانوی جی کو لکھا اور صدرالشریعہ اور علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہما الرحمہ کو رنگون کے حالات کے جائزہ لینے اور تھانوی جی اوران کے حواریوں سے مناظرہ کرنے اور ضرورت پڑنے پر اطلاع دینے اور بہت سی ہدایات کے ساتھ روانہ فرمادیا۔ اور پھر تھانوی جی وہاں

سے کیسے فرار ہوئے، اس کا بیان بھی آپ اخبارات ورسائل قدیمہ کی روشنی میں بالتفصیل اخیر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تھانوی جی کے کتابچہ تغییر العنوان کی اشاعت

۱۳۴۲ھ کو اعلیٰ حضرت کے وصال کے دو(۲) سال بعد حفظ الایمان کی اشاعت کے ۲۳/سال بعد اور بسط البنان لکھنے کے بارہ(۱۲) سال بعد تھانوی جی کے حیدرآبادی چند مریدین کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں انہوں نے درج ذیل چند باتیں لکھیں ملاحظہ ہوں:

"ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین وبہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی کو مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کرلیا جائے۔ جس میں مخلصین وحامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دُشواری ہوتی ہے وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہ وبالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں ہیں نہ کسی سے کوئی طمع جاہ ومال جناب کو مطلوب ہے بجز اس کے کہ عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو اور حکیم الامت کی شان سے جو توقع تھی وہ پوری ہوسکے گی"

[بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید، ص ۲۵]

اس خط کے بعد تھانوی جی نے ۲۸/صفر ۱۳۴۲ھ کو حفظ الایمان کی متنازعہ عبارت میں قدرے تبدیلی کی مگر مفہوم وہی رکھا اور اس تبدیلی کو "تغیر العنوان" کے نام سے شائع کیا جس کا مسکت ودندان شکن جواب "قہر واجد دیان بر ہمشیر بسط البنان" کے نام سے حضرت شیر بیشہ اہل سنت کے قلم سے اسی وقت منصہ شہود پر جلوہ فگن ہو چکا تھا جس کا جواب آج تک کسی سے نہ بن پایا ہے۔

پادرہ ضلع بڑودہ میں تھانوی جی کو دعوت مناظرہ اور تھانوی جی کا سکوت

۱۳۴۶ھ کے اوائل میں پادرہ ضلع بڑودہ کے مشہور و دین دار تاجر محترم سیٹھ جمال بھائی اور قاسم بھائی صاحبان نے اہل سنت اور دیوبندی حضرات کے اختلافات کو لے کر ایک رائے طے کی کہ علمائے دیوبند خاص کر مولوی اشرف علی صاحب اور مولوی خلیل انبیٹھوی ابھی زندہ ہیں بہتر ہو گا کہ ان پر جو اہل سنت کی جانب سے حکم کفر ہے اور اسی سبب سے ہندوستان میں خانہ جنگی کا ماحول بنا ہوا ہے ان کی زندگی ہی میں اس کا کوئی راستہ نکل آئے اور وہ حضرات اپنی کفریہ عبارات سے رجوع و توبہ کر لیں۔ اسی پاک وصاف نیت کے ساتھ ان دونوں حضرات نے علمائے اہل سنت کے مابین فیصلہ کن مناظرہ کرانے کا فیصلہ کیا اور جانبین کو مدعو کیا۔ مولوی خلیل انبیٹھوی اس وقت عرب میں تھے انہیں ان کے مکمل اخراجات کی ادائیگی کے وعدہ کے ساتھ دعوت مناظرہ وہیں ارسال کر دی گئی اور تھانوی جی کو بھی دعوت مناظرہ کی تحریر بھیج دی گئی ۔ لیکن تھانوی جی اور خلیل انبیٹھوی کی جانب سے حسب عادت سکوت کی سوغات ہی ملی ۔ یہ تو خاموش رہے البتہ مولوی مرتضی حسن در بھنگی جو ہمیشہ سے خود کو تھانوی جی کا وکیل تصور کرتے رہے ثابت کبھی نہ کر سکے اور تھانوی جی کے وکیل ہونے پر تھانوی جی کی کوئی مستند تحریر بھی کبھی پیش نہ کر پائے، انہوں نے اور ان کے چند ہم نوا حضرات نے سہارنپور، امروہہ، مرادآباد اور دیوبند سے محترم سیٹھ جمال بھائی اور قاسم بھائی صاحبان اور علمائے اہل سنت کے خلاف مغلظات سے بھرے ہوئے اشتہارات شائع کر کے ''کل اناء یترشح بمافیه'' کا مکمل ثبوت پیش کیا۔ سیٹھ صاحبان بار بار تھانوی جی سے خطوط کے ذریعہ اصرار کرتے رہے مگر جواب میں کوئی تحریر تھانوی جی کی موصول نہیں ہوئی۔ تھانوی جی سے کہا گیا کہ اگر آپ کسی کو وکیل منتخب کرنا چاہتے ہیں تو اپنی دستخط و مہر کے ساتھ وکالت نامہ ہی ارسال فرما دیں۔ یا ہمیں اجازت دیں ہم اپنے علما آپ کے پاس لے کر آ جائیں مگر جواب ندارد۔

آخر کو ایک ماہ کی اور رخصت دی گئی لیکن پھر بھی جواب نہیں آیا۔ ملاحظہ فرمائیں سیٹھ صاحبان کی دعوت مناظرہ سے متعلق تھانوی جی کو ارسال کردہ تحریر جو اخبار الفقیہ میں ''دعوت مناظرہ اور وہابی دنیا میں کھلبلی'' کے عنوان سے شائع ہوئی:

تھانوی جی سے مکرر عرض

''جناب والا ہم پھر اطمینان دلاتے ہیں کہ للّٰہیت کے ساتھ سنجیدگی اور متانت سے اپنے اور اپنے دونوں پیشواؤں کے سر سے کفر کے الزام اٹھانے اور ان کے جواب دینے کے لئے جناب ضرور تشریف لائیں۔ اور اگر آپ کی نظر میں جواب ناممکن ہو تو مسلمانوں کی خانہ جنگیوں پر رحم کر کے اللہ عزوجل کے حضور گردن جھکائے اور توہین مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جرم سے توبہ کیجئے! اس میں بندے کی شان نہیں جاتی، یہ شرم کی بات نہیں۔ میں مخلصانہ عرض کر رہا ہوں ابھی وقت ہے اس سے فائدہ اٹھایئے!

ہم پھر آپ کے جواب کا اس دعوت مکرر کے وصول ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ تک انتظار کریں گے جو اشتہار ہماری دعوت مناظرہ کے جواب میں آپ کے معتقدین نے شائع کئے ہیں۔ یقیناً آپ کے علم میں ہوں گے اول تو ان صاحبوں کو دخل در معقولات کا حق کیا ہے آپ کو دعوت مناظرہ دیتے ہیں آپ خاموش اور دوسرے صاحبان اشتہار دے رہے ہیں پھر ان اشتہاروں میں کیا ہے سبّ و شتم، گالی گلوچ، سوقیانہ الفاظ، کذب، افترا، بہتان اور غیر متعلق باتیں۔ ان میں سے ایک صاحب مولوی مرتضی حسن صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند آپ کے جائز وکیل ہونے کے مدعی ہیں۔ کسی وکیل کو کلام کرنے کا تو اس وقت حق ہوتا جب ہم نے وکیل کی گفتگو منظور کر لی ہوتی۔ لیکن اس سے قطع نظر ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ نے ان صاحب کو اپنا وکیل قرار دیا ہے؟ اور آپ ان کے ہر کلام کو مانتے ہیں؟

اگر ایسا نہیں ہے تو دنیا کو غلطی میں مبتلا ہونے سے بچایئے! اور آپ امر حق کا صاف اعلان کیجئے کہ وکالت کا دعوی کرنے میں ناظم صاحب دارالعلوم دیوبند بالقابہ

کاذب و مفتری ہیں۔ اوراگر آپ نے وکیل کیا ہے تواس کا بھی صاف اقرار کیجئے تاکہ ان کی تقریر کو آپ کی تقریر اوران کی تہذیب کو آپ کی تہذیب سمجھا جائے۔ اگر یہ جناب کے وکیل ہوں توایسے وکیل لائق اورایسے قابل ناظم تعلیمات کی تہذیب سے اورآپ کی ذات اوردارالعلوم کی تہذیب کوخاص شہرت حاصل ہوگی ۔مشکل سے کسی درس گاہ کوایسامہذب اورشائستہ ناظم میسر آسکے،اوارایسے ناظم کے انتخاب کرنے والے بھی مستحق آفریں ہیں اگرناظم صاحب تعلیمات دارالعلوم دیوبند کا یہ اشتہارکسی غیر مسلم کے ہاتھ میں پہنچے گاتووہ اس دارالعلوم کی تعلیم وتربیت پر کیاخوب رائے قائم کرے گا؟ہم نے دعوت الی الخیر کے عوض گالیاں کھائی ہیں، کسی جرم کے پاداش میں نہیں کسی کوبُرا کہنے پر نہیں، کسی کی توہین کرنے پر نہیں، ہمیں توربّ العزت سے اس کی جزا ملے گی، لیکن کون اہل عقل ہے جو اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ اگر دعوت مناظرہ کاجواب اگراپنی حقانیت کاکچھ بھی خیال ہوتاتو دوحرفوں میں دیاجاسکتا تھا،اس قدر گالیوں کی بوچھاڑ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کیا مجبوری تھی۔

مولوی اشرف علی صاحب سے سہ بارہ عرض

جناب یہ تیسری بار ہم خدام اسلام آپ سے باصرار تام گزارش کرتے ہیں کہ آپ اپنے اوراپنے پیشواؤں کے سر سے بارالزام کفر اُٹھایئے۔ ان شرائط مذکورہ چیلنج پر پادرے تشریف لایئے یہ نہ ہو سکتا ہو توہمیں اجازت دیجئے کہ ہم سنّی علما کولے کر آپ جہاں بلائیں وہاں حاضر ہوں اورالزام کفر نہ اٹھ سکتا ہو ہم اس یقین پر پہنچ لیے ہیں کہ ایسا ہی ہو تو اللہ سے توبہ کرلیجئے توبہ سے عزت نہیں جاتی۔ آپ اگر توبہ کرلیں گے تو یقین جانیے آپ کو حقیقی عزت ملے گی اورآپ کی وقعت مسلمانوں کے قلوب میں بہت بڑھے گی ۔توبہ ورنہ مناظرہ کے لئے تیار ہوجایئے آپ کے معتقدوں کے یہ حیلے بہانے جھوٹ افترا آپ اورآپ کے پیشواؤں پر سے کفر کاواقعی الزام دھونہیں سکتے یوں کفر کا بوجھ آپ کی گردن سے اُتر نہیں سکتا اسمعیل دہلوی کو مسلمان کہاں کہا آپ بتایئے اعلیٰ حضرت نے

اس کے عقائد کو کفر ہی کہا۔ ہر گز اسے مسلمان نہیں کہا آپ سے با اصرار عرض ہے آپ فوراً بتایئے کہ اعلیٰ حضرت نے اسمعیل کو کہاں مسلمان لکھا۔ **والسلام علی من اتبع الھدی**۔ جمال بھائی قاسم بھائی ساکنان پادرہ۔ [الفقیہ امرت سر، ۲۱/نومبر ۱۹۲۷ء، ص۸،۹]

ایک مرتبہ اور مناظرہ کی آخری دعوت

اوراتمام حجت

جمال بھائی قاسم بھائی تھانوی جی کے نام ایک دوسرے خط میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"۱۳۴۷ھ میں ہم خدام اسلام نے آپ کو اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کو نہایت دردمندانہ و مہذبانہ چیلنج دیا اور سارے اخراجات مناظرہ کا بار اپنے ذمہ لیا کہ آپ دونوں صاحبان پادرہ ضلع بڑودہ میں تشریف لا کر علماے اہل سنت سے مناظرہ کریں، تھانہ بھون سے پادرہ تک سیکنڈ کلاس میں آپ کی آمد و رفت کے اخراجات اور مدینہ طیبہ سے یہاں تک مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کی آمد و رفت کے مصارف سب ہم نے اپنے ذمہ لیے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی خلیل انبیٹھوی صاحب تو اسی چیلنج کو دیکھتے ہی دنیا سے چل بسے اور آپ بدستور ساکت و خاموش رہے۔ البتہ مرتضی حسن دربھنگی نے مدرسہ دیوبند سے اور دوسرے وہابی دیوبندی مولویوں نے مرادآباد، امروہہ سے حیا سوز اشتہارات شائع کئے جن میں محض اس جرم پر کہ ہم نے آپ صاحبوں کو چیلنج کیوں دیا ہم کو نہایت بازاری گالیاں دیں۔ ان کی تحریروں کے مہذب اور دنداں شکن جواب شائع کر دئے گئے۔ اور دنیا اس نتیجہ پر پہنچ گئی کہ عبارات تحذیر الناس و فتوائے گنگوہی و براہین قاطعہ و حفظ الایمان میں اسلام کا کوئی ضعیف سے ضعیف پہلو نکالنے سے آپ عاجز و مجبور ہیں اور وہ معاملہ ختم ہو گیا۔"

[الفقیہ امرت سر، ۷/نومبر ۱۹۳۴ء، ص۵]

تھانوی صاحب کو حضور حجۃ الاسلام نے بھی ایک خط تحریر فرمایا جس میں

مسلمانان پادرہ کی دعوت مناظرہ قبول کرتے ہوئے پادرہ پہنچنے اور پادرہ نہ آنے کی صورت میں ایک ہفتہ کے اندر جہاں آسانی ہو وہیں مناظرہ کرنے کی دعوت پیش فرمائی۔

ملاحظہ ہو حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا گرامی نامہ جو آپ نے تھانوی جی کے نام تحریر فرمایا:

حجۃ الاسلام کا والانامہ بنام تھانوی

”بخدمت وسیع المناقب جناب مولوی اشرف علی صاحب۔ ھداہ اللہ تعالیٰ

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

فقیر ایک فیصلہ کن مناظرہ کے لئے آپ سے ہر طرح تیار ہے مسلمانان پادرہ کی آواز پر لبیک کہئے فوراً فوراً پادرہ چلئے اور تاریخ وقت روانگی سے سیٹھ صاحب اور فقیر کو مطلع کیجئے میں پابرکاب منتظر جواب ہوں جھوٹے حیلے بہانے نہ بنایئے فوراً اپنی مہری ود ستخطی تحریر بذریعہ رجسٹری بھیجئے اور پادرہ نہ جانا ہو وہاں کچھ زیادہ مصیبت کا سامنا ہو تو جہاں آپ کو زیادہ آسانی ہو وہاں انتظام کرایئے ایک ہفتہ کی مہلت ہے مناظرہ سے انکار عجز کا اقرار وار سکوت فرار پر قرار ہو گا خبر شرط است۔

گدائے سجادہ رضویہ فقیر محمد حامد رضا قادری بریلوی غفرلہ۔“

[السواد الاعظم بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ۔ ص ۵]

مگر افسوس کہ اس خط کا بھی کوئی جواب تھانوی جی نے نہیں دیا۔

اتمام حجت

اور پھر اتمام حجت کے طور پر سیٹھ جمال بھائی قاسم بھائی نے تھانوی جی کو آخری بار دعوت مناظرہ ان الفاظ کے ساتھ پیش کی:

”مگر آپ تھانوی صاحب سے پھر آخری مرتبہ گزارش ہے کہ آپ کو مناظرہ کے لئے تھانہ بھون سے باہر نکلنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ اور بقول وہابیہ دیوبندیہ آپ ایسے امراض مخصوصہ ناگفتہ بہ میں مبتلا ہیں جو آپ کو تھانہ بھون سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن خود تھانہ بھون میں علمائے اہل سنت کو دعوت دے کر ان سے مناظرہ

میں آپ کو کون سا عذر ہے۔ مریدوں کے استفتاؤں پر آپ برابر فتوی لکھتے ہیں، معتقدین کے خطوط کے جواب دیتے ہیں، متعدد رسالوں کی سرپرستی کرتے ہیں، مدرسہ دیوبند کے اراکین کو تھانہ بھون بلا کر وہاں کے جھگڑے چکاتے ہیں، تو مناظرین اہل سنت کو تھانہ بھون بلا کر اتنے بڑے عالمگیر جھگڑے کو مٹانے سے گریز کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس لئے آپ براہ مہربانی مسلمانوں کی حالت زار پر رحم کھا کر ہم خدام اسلام کو اجازت دیجئے کہ ہم اہل سنت شیر بیشہ اہل سنت کو تھانہ بھون لائیں اور آپ اپنے ہی وطن میں بیٹھ کر مناظرہ فرمائیں اس مناظرہ کی شرائط حسب ذیل ہوں گے:

(۱) وہابیہ دیوبندیہ کی طرف سے خود آپ کو بحیثیت مناظر میدان مناظرہ میں تشریف رکھنا ہو گا البتہ آپ کو یہ اختیار ہو گا کہ اپنی مدد کے واسطے دیوبند سے لے کر نجد تک تمام وہابی دیوبندی و نجدی مولوی صاحبوں کو بلالیں اور ان سے خوب مدد لیں۔

(۲) آپ کے ذمہ انتظامات مناظرہ میں سے صرف اس قدر ہو گا کہ ضلع مظفر نگر کے مجسٹریٹ صاحب سے مناظرہ کا تحریری اجازت نامہ حاصل کر کے ہم خدام اسلام کے نام روانہ کر دیں تا کہ عین وقت پر "یا پولیس المدد" پکار کر مناظرہ بند کرانے کا موقع نہ ملے۔

(۳) حضرات علما کرام اہل سنت کی آمد و رفت بیرون جات سے مناظرہ سننے کے لئے آنے والے مسلمانان اہل سنت کے قیام و طعام مناظرہ کے انتظامات خود آپ کے گھر سے میدان مناظرہ میں آرام دہ سواری پالکی یا موٹر میں لانے اور پھر پہنچانے آپ کے لئے میدان مناظرہ میں آرام دہ نشست بنانے آرام کرسی یا مسہری مہیا کرنے وغیرہ کے تمام مصارف واخراجات بعونہ تعالیٰ ثم بعونہ حبیبہ علیہ الصلاۃ والسلام ہمارے ذمہ ہوں گے حتی کہ ضلع مظفر نگر کے مجسٹریٹ صاحب سے تحریری اجازت نامہ مناظرہ حاصل کرنے میں جو آپ کا خرچ ہو اس کی اطلاع ملنے پر ہم وہ بھی حاضر کر دیں گے۔ خلاصہ یہ کہ مناظرہ کے متعلق ایک پیسہ کا خرچ بھی ہم آپ پر یا کسی وہابی دیوبندی صاحب پر نہیں رکھنا چاہتے۔

[اخبار الفقیہ امرت سر، ۷ر نومبر ۱۹۳۴ء، ص۶]

مزید دس (۱۰) شرائط اور نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

"جناب مولانا تھانوی صاحب براہ کرام اس اشتہار کی منظوری یانامنظوری کی آپ بدستخط خاص مہر چھپی ہوئی اطلاع دیں لیکن در بھنگی، سنبھلی وراندیری وامروہی وغیرہ وہابی دیوبندی مولوی صاحبوں کو منع کر دیں کہ وہ حضرات حسب دستور سابق اپنی فحاشی ودریدہ دہنی ودخل در معقولات کا مظاہرہ کر کے ملک کی فضا کو مسموم نہ کریں اوراس مبارک دینی کام میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

المکلف: در مندان اسلام جمال بھائی قاسم بھائی قادری غفرلہ

صدر انجمن اہل سنت وجماعت پادرہ ضلع بڑودہ [مرجع سابق، ص۷]

گھوسی اعظم گڑھ میں صدرالافاضل اور تھانوی جی کامناظرہ

۱۳۵۲ھ میں گھوسی اعظم گڑھ میں اہل سنت اوردیابنہ کے مابین جب آپسی ہنگامہ آرائی طوفان کی شکل اختیار کرنے لگی تو اہل سنت نے دیوبندی حضرات سے ایک فیصلہ کن مناظرہ کرنے کی اپیل کی اور فریقین نے یہ طے کیا کہ اہل سنت کی جانب سے حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ اوردیابنہ کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی جی کو مدعو کیا جائے وہ مناظرہ کریں اگر خود نہ آئیں تو اپنا وکیل مقرر کر دیں اگر فریقین میں کسی فریق کی جانب سے مقرر کردہ مناظریاان کا مقرر کردہ وکیل میدان مناظرہ میں نہیں آیا تو یہ اس کی شکست تسلیم کی جائے گی۔ اس معاہدہ پر فریقین نے دستخط کر دیے اور تاریخ مناظرہ ۶/ شوال ۱۳۵۲ھ طے ہو گئی فریقین نے مناظرہ کی اطلاع اپنے اپنے علما کو پہنچادی آگے کی رُوداد اس واقعہ کے چشم دید گواہ مولوی عبد الاحد نعیمی اعظمی (جو اس واقعہ سے پہلے دیوبندی جماعت سے وابستہ تھے اورانہیں کے مدرسہ میں عالمیت کی تعلیم پارہے تھے اور یہ ان کی تعلیم کا آخری سال تھا لیکن اس واقعہ سے جب ان پر حق واضح ہوا تو انہوں نے دیوبندی مذہب سے توبہ کی اور پھر اس واقعہ کے اہم کرداراور عظیم فاتح کی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کرنے جامعہ نعیمیہ حاضر ہو گئے اوروہیں رہ کر اپنی علمی تشنگی بجھانے میں

مصروف ہوگئے) کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''تمام ضلع میں شہرت ہوگئی،وقت مقررہ پر ضلع کے ہزارہا آدمی مناظرہ دیکھنے کے لئے گھوسی میں جمع ہوگئے۔ حضرت صدرالافاضل مولانامولوی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دامت برکاتھم کی طرف سے دو قائم مقام حضرت مولاناعبدالحفیظ صاحب صدر مدرس منظرحق ٹانڈہ ضلع فیض آباد، حضرت مولاناالحاج مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب صدرمدرس مدرسہ عالیہ اہل سنت وجماعت مرادآبادرونق افروزہوئے۔ ان دونوں صاحبوں کے پاس حضرت کی طرف سے وکالت کی مہری و دستخطی سندیں تھیں اور صدرالافاضل مدظلہ نے فرمادیاتھاکہ اگر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کاکوئی وکیل آئے توان دونوں صاحبوں میں سے کوئی صاحب مناظرہ کریں۔ اوراگر مولوی اشرف علی صاحب خود آئیں تو مجھے تار دیجیے،میں خود آکر مناظرہ کروں گا۔

مناظرہ کی تاریخ پر حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی کی طرف سے توبجائے ایک کے دو وکیل موجود تھے مگر کوئی اشرف علی کانہ نام لیواتھانہ پانی دیوانہ خود تشریف لائے نہ کسی کو وکیل بناکر بھیجا.....ایک ایک شخص نے وہابیہ کاعجزاپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔علماے اہل سنت کے جلسے ہوتے رہے حق کاعلم بلند ہوا،وہابیت باطلہ کی سخت ذلت ورُسوائی ہوئی وہابیہ نے بہت پیچ وتاب کھائے اور خداجانے کتنے تار مولوی اشرف علی کے پاس بھیجے، آدمی روانہ کئے، کیاکیا تجویزیں کیں، مگرایک کارگر نہ ہوئی۔پیشوائے اہل سنت حضرت صدرالافاضل مولانامحمد نعیم الدین صاحب مدظلہ کے نام سے ان کادل لرزتاتھاکیا مجال تھی وہ آنے کی جرأت کرتے....بالآخر علماے اہل سنت تاریخ مناظرہ گزارکر میعاد انتظارپوری فرماکر اپنی فتح کااعلان کرکے تشریف لے گئے۔''

اس کے بعد وہابیہ نے کافی کوشش کرکے مولوی عبدالشکور سے منت وسماجت کی تومولوی عبدالشکورنے اپنے بھائی مولوی عبدالرحیم کو بھیجاادھر اہل سنت کی جانب سے حضور محدث اعظم ہند تشریف لے آئے۔وہ آئے تودراصل اہل سنت کے جلسہ فتح کی

صدارت کے لئے لیکن جب مولوی عبدالرحیم مناظرہ کے ارادے سے گھوسی آئے تو حضور محدث اعظم ہند مناظرہ کے تیار ہو گئے اور علم غیب پر مناظرہ ہوا مناظرہ میں کیا ہوا اور اس کا انجام کیا ہوا مولوی عبدالاحد صاحب نعیمی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"مسئلہ علم غیب میں گفتگو شروع کی وہابیہ اگر کہیں پھنس جاتے ہیں تو پھر مسئلہ علم غیب کو مبحث بناتے ہیں تاکہ سائل بنے رہیں سوالات کئے جائیں جوابات کی ذمہ داری نہ آئے۔ حضرت محدث صاحب مدظلہ کو یہ منظور تھا کہ کسی طرح یہ گفتگو تو کریں، اس لئے آپ نے ان کا نیا تجویز کیا ہوا مبحث بھی منظور فرمالیا۔ اوران کے لایعنی شرائط سے بھی انکار نہ کیا۔ مگر باوجود اس کے جواب کے وقت بغلیں جھانکتے تھے، کتابوں کے اوراق اُلٹتے تھے عبارت ہاتھ نہ آتی تھی۔ اور سراسیمگی میں بے محل عبارت پڑھنی شروع کر دیتے تھے تو عبارت صحیح نہیں پڑھی جاتی تھی، ایسی ایسی اعرابی غلطیاں ہوتی تھیں جن پر مبتدی طالب علم کو بھی ہنسی آجائے۔ اوراس طرح پر بھی گفتگو جاری نہ رکھ سکے۔ ان کے اوضاع واطوار سے اندیشہ ہوتا تھا کہ مجمع میں سے بھاگ جائیں گے کبھی پیشاب کے حیلہ سے اور کبھی کسی بہانہ سے پیشاب کے لئے گئے چار آدمی ان کی نگرانی کے لئے ساتھ گئے تاکہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے اپنی شکست تسلیم کرلی اور عجز کی تحریر دے کر رہائی حاصل کی....اس واقعہ کے بعد سے ضلع بھر میں بدنام ہو گئے اور ہر شخص کی زبان پر تھا کہ مولوی اشرف علی ہار گئے اور لکھنوی مولویوں کی بڑی ذلت کے ساتھ شکست ہوئی ......بہت سے وہابیہ نے توبہ کی اور سُنّی ہو گئے، میں خود بھی انہیں لوگوں میں سے ہوں۔ جو ہمیشہ وہابیہ کی حمایت کرتا تھا اوراس وقت تک وہابیہ کے مدرسوں میں وہابی استادوں سے تعلیم پاتا تھا لیکن جب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہابیہ کے اکابر و اصاغر اہل سنت کے مقابلہ سے بالکل عاجز ہیں اورانہیں ان حضرات کے سامنے مناظرہ کے لئے آنا موت سے زیادہ دُشوار و مصیبت معلوم ہوتا ہے اور باوجود ہزار ہا کوششوں کے وہ کسی طرح علمائے اہل سنت کے سامنے گوارا نہیں کرتے۔ اپنی قوم کی اوراپنی ایسی ذلت عام

اور شہرۂ آفاق رُسوائی تو گوارا ہے مگر مناظرہ کے نام سے تھرّاتے ہیں تو مجھے ان کی طرف سے تنفر پیدا ہوا، اور میں نے وہابی خیالات سے توبہ کی اور وہابیہ مدرسہ چھوڑ کر مدرسہ عالیہ اہل سنت وجماعت مرادآباد میں داخل ہوا۔ الخ“

[السواد الاعظم، بابت ماہ ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔ ص ۲۰ تا ۲۲]

علمائے اہل سنت لاہور کا تھانوی جی کو پیغام مناظرہ

۱۳۵۲ھ میں لاہور کے مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند کے سالانہ اجلاس زوروں پر تھے اسی دوران علمائے اہل سنت نے باہم یہ فیصلہ کیا کہ تھانوی صاحب کو بلایا جائے اور اس نہ ختم ہونے والی جنگ کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ لہٰذا مفتی اعظم ابوالبرکات سید احمد ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور قدس سرہ نے ۲۵/ نومبر ۱۹۳۳ء بوقت ۱۰/ بجے دن دعوت مناظرہ پر مشتمل ایک چٹھی تھانوی جی کے نام ارسال فرمائی جس کا مضمون یہ تھا:

کھلی چٹھی بنام تھانوی صاحب

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

حزب الاحناف کے جلسے ہو رہے ہیں علما اہل سنت کے تمام اکابر کا اجتماع ہے اس بہتر موقع پر آپ تشریف لا کر حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس کی عبارات کے متعلق تصفیہ کر لیں تاکہ تمام ہندوستان کی پریشان کن جنگ کا خاتمہ ہو جائے اس موقعہ پر تکلیف سفر گوارہ کرنا آپ پر لازم ہے تار کے ذریعہ سے تشریف آوری کے وقت سے اطلاع دیجیے، آپ کا سیکنڈ کلاس کا کرایہ تشریف لانے پر پیش کیا جائے گا اور ہر ممکن آسائش پہنچائی جائے گی۔۔۔۔ از جانب امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

[اخبار الفقیہ، ۷/ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص ۱۰]

اس خط کے جواب میں تھانوی جی کی طرف سے کوئی خط موصول نہیں ہوا۔ آخر علمائے اہل سنت اور دیوبندی علمانے آپس میں مشورہ کر کے مناظرہ طے کر لیا۔

اور ۱۵ر شوال کا دن مقرر کر دیا مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات علیہ الرحمہ نے پھر تھانوی جی کو دعوت مناظرہ کی تحریر ارسال فرمادی۔ اخبار الفقیہ میں مذکورہ خط کے ساتھ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات کی درج ذیل تحریر جس میں آپ نے تھانوی جی کے نہ پہنچنے پر افسوس ورنج کا اظہار فرماتے ہوئے دوبارہ میدان مناظرہ میں آنے کی دعوت پیش فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”جواب کے لئے موازی ۱۳ر نقد ڈاک خانہ میں ادا کئے گئے تھے جس کی رسید دفتر میں محفوظ ہے لیکن آپ نے ہماری مخلصانہ گزاش کو شرف قبولیت نہ بخشا یعنی آج تک واپسی تار کا جواب نہیں دیا۔ ہماری مخلصانہ معروض قبول فرما کر آپ لاہور تشریف لے آتے اور عبارات حفظ الایمان و براہین قاطعہ تحذیر الناس کے متعلق اکابر علمائے اہل سنت سے (جو جلسہ میں موجود تھے) فیصلہ کن مناظرہ ہو کر تصفیہ ہو جاتا۔ اور فریقین سے حقارت و منافرت کا سلسلہ منقطع ہو کر اس عالمگیر مذہبی جنگ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جاتا، ہمیں آپ کے اس سلوک و بے اعتنائی اختیار کرنے کا نہ صرف افسوس بلکہ رنج پہنچا ہے۔

خیر اب چوں کہ آپ کے معتقدین عمائدین شہر لاہور نے اس فیصلہ کن مناظرہ کے لئے جناب محترم سردار خان صاحب ناظم جمعیۃ الاحناف نے مولوی منظور صاحب سنبھلی اور مولوی ابو القاسم صاحب اور مولوی ابو الوفاء شاہجہانپوری اور مولوی محمد اسماعیل صاحب اور مولوی عبد الحنان صاحب لاہوری کے سامنے ان کے مشورہ سے فیصلہ کن مناظرہ کے لئے ۱۵ر شوال ۱۳۵۲ھ کا دن مقرر فرما کر فریقین کے اتفاق سے اپنے دستخطوں سے ہمیں تحریر عطا فرمادی ہے۔ جو عنقریب شائع کرادی جائے گی ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس تاریخ پہ بنفس نفیس لاہور قدم رنجہ فرما کر فیصلہ کن مناظرہ کے لئے ہمیشہ کے لئے فریقین میں صلح وآشتی اور محبت واتحاد کی بنیاد قائم کر دیں گے۔ فقط۔ جواب کا منتظر۔

فقیر قادری ابو البرکات سید احمد غفرلہ ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

[مرجع سابق، ص ۱۱]

تھانوی جی کا حجۃ الاسلام کے مقابل مناظرہ لاہور سے گریز

فریقین کی رضا سے نصف شوال تاریخ مناظرہ مقرر کر دی گئی تھی تھانوی جی کو دعوت مناظرہ کئی بار پیش کی جا چکی تھی اب حجۃ الاسلام کو اطلاع دی جانی باقی تھی چونکہ فریقین کے مشورہ سے مناظرہ حجۃ الاسلام اور تھانوی جی کے درمیان ہونا تھا لہذا حجۃ الاسلام کو بھی خبر دے دی گئی بلکہ ان کی اجازت سے خود ان کی طرف سے اعلان مناظرہ اخبارات میں شائع کر دیا گیا اور تھانوی جی کے نام حجۃ الاسلام کا ایک مکتوب بھی شائع کیا گیا جس میں تھانوی جی کو کسی بھی طرح میدان مناظرہ میں لانے کی بابت زور دیا گیا، خود مناظرہ نہ کرنے کی صورت میں وکیل کی بھی اجازت دی گئی مگر اس شرط کے ساتھ کہ خود آکر مناظرہ گاہ میں وکیل مقرر کریں۔ ورنہ یہ تھانوی جی کی شکست کی بیّن دلیل ہو گی۔ ہم یہاں حجۃ الاسلام کا گرامی نامہ ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں:

تھانوی جی کے نام حضرت حجۃ الاسلام کا مقدس پیغام

”بخدمت وسیع المناقب جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی۔

ھداکم المولیٰ تعالیٰ۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ

انجمن حزب الاحناف لاہور کے جلسہ کے موقع پر وہابیہ نے مناظرہ کے اعلان شائع کئے اور وقت پر مناظرہ ملتوی کرایا اور مولوی ابوالوفا شاہ جہانپوری اور مولوی منظور سنبھلی وغیرہ کے اتفاق سے میرا آپ کا مناظرہ طے کیا اور قرار دیا کہ فریقین میں جو نہ آئے یا اپنا وکیل مجاز نہ بھیجے اس کی جماعت اس سے قطع تعلق کر لے گی۔ اور اس کو بر سر غلطی وخطا تسلیم کرے گی میں بفضل اللہ تعالیٰ اس مناظرہ کو قبول کرتا ہوں۔ تاریخ مناظرہ یعنی چہار شنبہ ۱۵/ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۳۱/ جنوری ۱۹۳۴ء کو باذنہٖ تعالیٰ خود لاہور میں موجود رہوں گا اور اگر وکیل کو اجازت دینا مناسب خیال کروں گا تو کسی شخص کو مجمع کے روبرو اپنی زبان سے وکیل بنا دوں گا اور اپنا مجاز و ماذون کر دوں گا اس موقع پر آپ ضرور پہنچیں۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ ہندوستان کی خانہ جنگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

گفتگو نہایت متانت سے کی جائے گی اگر آپ کو خود مناظرہ کرنے میں عذر صحیح ہو اور شرعاً اس مناظرہ کفر واسلام میں توکیل کی وجہ صحت رکھتے ہوں تب بھی آپ تاریخ مذکور پر لاہور ضرور پہنچیں اور مجمع کے روبرو اپنی زبان سے اپنے کسی معتمد کو وکیل بنادیں اور اس کو ماذون ومجاز اور اپنا قائم مقام تسلیم کرلیں یا ہم سے ہمارے معتمد اشخاص طلب کرکے ان کے سامنے وکالت نامہ پر دستخط کریں اور وکیل کو ماذون مطلق بنادیں ہمارے نزدیک اس کے سوا توکیل کی کوئی اور اطمینان بخش صورت نہیں اگر آپ کے نزدیک مناظرہ کے لئے ثالث کی ضرورت ہو تو جن کو آپ اس کا اہل سمجھیں ان کے نام شائع کردیں اگر مجھے ان میں سے کسی پر اعتماد ہو تو میں بھی اس سے متعلق رائے دے دوں گا اور فریقین کا ایک ہی ثالث ہو جائے گا ورنہ میں اپنا ثالث نام زد کردوں گا اس طرح ثالثوں کی ایک جماعت باہم مل کر فیصلہ کرلے گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

فقط ۶ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ یوم الاثنین ۲۲/ جنوری ۱۹۳۴ء

فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

خادم سجادہ وگدائے آستانہ رضویہ بریلی۔

اطلاع: یہ مضمون بروز دوشنبہ ۶/ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو بذریعہ رجسٹری بھیج دیا سبھی مسلمانان اہل سنت ۱۵/ شوال کو خصوصیت سے یاد رکھیں اور خلوص قلب وصدر سے دعا کریں کہ مولوی تھانوی صاحب اس مناظرہ میں ضرور آجائیں اگر وہ آگئے تو ان شاء المولیٰ تعالیٰ روزانہ کی خانہ جنگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اگر انہوں نے خود آکر مناظرہ بھی نہ کیا اور اطمینان بخش طریقہ پر اپنے کسی معتمد کو اپنا وکیل مطلق بھی نہ بنایا تو حسب قرارداد فریقین مولوی تھانوی صاحب کا فرار ہو گا اور ان کا تمام گروہ ان سے قطع تعلق کرکے اُن کو یکسر چھوڑدے گا اور ان کو غلطی وگم راہی پر تسلیم کرے گا اور پھر وہابی دیوبندی گروہ میں سے آئندہ کسی شخص کو مناظرہ کا نام لینے کا حق نہ ہو گا۔ اے حق کے مالک حق واضح کو واضح تر فرما۔

ربنا افتح بینناوبین قومنا بالحق وانت خیرالفاتحین۔
فقیر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی غفرلہ
محلہ بھورے خان پیلی بھیت۔"
[سرورق، اخبار الفقیہ، ۵/ ۱۲/ شوال المکرم ۱۳۵۲، مطابق ۲۱/ ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء]

مناظرۂ لاہور میں تھانوی جی کی عدم حاضری اور حجۃ الاسلام کی فتح مبین

حضرت حجۃ الاسلام اور علمائے اہل سنت مقررہ تاریخ اور وقت پر میدان مناظرہ ومقابلہ میں جلوہ افروز ہوگئے لیکن تھانوی جی نہ آئے اور نہ ہی اُن کا کوئی وکیل چند مولوی آئے۔ لیکن ایک سادہ سی تحریر بے دستخط ومہر وکالت نامہ کی شکل میں لے کر جسے عوام و خواص نے نکار دیا کیوں کہ وہ تحریر تھانوی جی کی نہ تھی اوراس پر تھانوی جی کی دستخط ومہر بھی نہ تھی اور مضمون سے بھی توکیل کا صاف اظہار نہ تھا۔ اخبار الفقیہ میں اس مناظرہ کی سرسری اور رسالہ السواد الاعظم مرادآباد میں تفصیلی رُوداد شائع کی گئی۔ ہم موضوع کے مطابق پہلے چند اقتباسات اخبار الفقیہ سے اس کے بعد السواد الاعظم سے نقل کرتے ہیں:

اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"۳۱/ جنوری بروز بدھ بوقت ۱۰ بجے صبح بریلی اور دیوبندی مسلک کے علما مسجد وزیر خاں میں بغرض شرکت مناظرہ جمع ہوئے حزب الاحناف ہند مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ہم نوا اور جمعیۃ الاحناف پنجاب لاہور مولوی اشرف علی کی ہم خیال ہے۔.........
مناظرہ مولانا حامد رضا خاں صاحب یا ان کے وکیل اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی یا ان کے وکیل کو کرنا تھا۔ مولانا حامد رضا خاں صاحب بنفس نفیس تشریف فرما تھے مولوی اشرف علی صاحب بوجہ علالت جلوہ فرمانہ تھے .... حزب الاحناف نے اپنا صدر مولانا سید صاحب اور جمعیۃ احناف نے اپنا صدر مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی کو مقرر کیا۔
مولانا سید حبیب الرحمن نے فرائض صدارت بطرز احسن انجام دئے آپ کے

منصفانہ رویہ کی فریقین کے علاوہ حاضرین نے بھی تعریف کی۔ مولانا سید احمد نے فرمایا کہ مولانا اشرف علی صاحب تشریف نہیں لائے لہٰذا ان کی طرف سے مصدقہ و موثقہ وکالت نامہ پیش کیا جائے۔ مولانا سردار احمد صاحب نے تفویض وکالت نامہ کی وکالت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرادآبادی کے سپرد کی، مولانا نے وکالت نامہ مولانا سید احمد کے حوالہ کر دیا آپ کے ارشاد پر مولانا احمد علی صاحب امیر جماعت خدام الدین لاہور اور مولانا عبد الحنان صاحب خطیب جامع مسجد آسٹر یلیا لاہور نے وکالت نامہ کی تصدیق کی۔

مولانا سید احمد صاحب وکالت نامہ پڑھ کر معترض ہوئے کہ وکالت نامہ کی عبارت یہ دلالت نہیں کرتی کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری ،مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی، مولانا محمد اسمعیل صاحب سنبھلی، مولانا حسین احمد صاحب فیض آبادی میں سے کسی ایک کو اپنا وکیل مناظرہ یا ماذون مطلق قرار دیا ہے۔ مولانا حشمت علی صاحب نے مولانا سید احمد کی تائید کی مولوی اشرف علی نے ہر چہار حضرات میں سے کسی ایک کو وکیل مناظرہ نہیں کیا بلکہ وکیل تفہیم قرار دیا ہے۔ مناظرہ باب مفاعلہ ہے تفہیم باب تفعیل ہے تفہیم کے معنی ہیں سمجھانا نہ کہ سمجھنا بہ خلاف مناظرہ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا نقطہ نگاہ سمجھانا اور دوسرے کا سمجھنا اور اگر خصم کا نقطہ نگاہ صحیح ہو تو اسے تسلیم کر لینا۔" [اخبار الفقیہ، ۷؍ فروری ۱۹۳۴ء ص ۲و۱۲]

جواب میں مولانا ابوالوفاء صاحب نے بے معنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی اور اس طرح بحث طول پکڑنے لگی تو مولانا سید حبیب صاحب نے فریقین کو اس بحث کو ادھورا چھوڑ کر وکیل مقرر کر کے شرائط مناظرہ طے کرنے کا حکم فرمایا۔ بالآخر حزب الاحناف کی جانب سے حضور شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب اور جمیعت احناف کی طرف سے مولانا منظور نعمانی سنبھلی صاحب کو وکیل مقرر کیا گیا۔

اخبار الفقیہ لکھتا ہے:

"اس باب میں ہر دو فریق اپنے اپنے مفہوم پر ڈٹے رہے آخر کار مولانا سید حبیب

کی تجویز پر قرار پایا کہ اس بحث کو ادھورا چھوڑ دیا جائے اور ہر دو فریق اپنے اپنے مناظر کے متعلق یہ تحریر کریں کہ انہیں اپنے مناظر کا عدول قبول منظور ہو گا۔ چنانچہ حزب الاحناف نے مولانا حشمت علی صاحب کو مناظر اور وکیل مطلق فرمایا اور جمعیت احناف نے وکالت مجادلت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی کو تفویض فرمائی۔

[مرجع سابق، ص ۱۲]

منظور نعمانی شرائط مناظرہ میں اُلجھے رہے اور اشتعال انگیز باتیں کرتے رہے اور بالآخر بہانہ بازی کر کے میدان مناظرہ سے فرار ہو گئے جس سے فریقین کے ثالث یعنی فیصل نے اور دیگر علما نے اہل سنت خصوصاً حجۃ الاسلام کی فتح کا اعلان کر دیا۔

اخبار الفقیہ میں سیٹھ جمال بھائی قاسم بھائی نے تھانوی جی کے نام آخری دعوت اور اتمام حجت کے نام سے لکھی گئی چٹھی میں تھانوی جی کو دوبارہ دعوت مناظرہ پیش کرتے ہوئے لاہور کے اس مناظرہ سے تھانوی جی کے گریز اور ان کے ہوا خواہوں کی شکست کی یاددہانی کراتے ہوئے لکھا:

"شعبان ۱۳۵۲ھ میں جلسہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے موقع پر آپ کے اتباع منظور سنبھلی وابوالوفاء شاہجہانپوری وابوالقاسم شاہجہانپوری نے آپ کا اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ فاضل بریلوی دام ظلہم الاقدس کا انہیں مباحث پر مناظرہ مقرر کیا اور یہ طے کیا کہ دونوں مناظروں میں سے جو مناظر میدان مناظرہ میں خود نہ آئے اور نہ اپنا مجاز وماذون مطلق وکیل بھیجے اس کا فرار مسلم فریقین ہو گا۔ اور اس کی جماعت اس کی اختلافی تحریروں سے تحریراً نفرت و بیزاری کا اظہار کر دے گی۔ لیکن ۱۵/شوال ۱۳۵۲ھ (جنوری ۳۱، ۱۹۳۴ء) کو ہندوستان بھر کے گوشہ گوشہ سے مناظرہ دیکھنے کے اشتیاق میں آنے والے تقریباً پندرہ ہزار مسلمانوں نے جامع مسجد وزیر خاں لاہور میں یہ منظر دیکھا کہ حجۃ الاسلام دام ظلہم الاقدس بنفس نفیس کثیر جماعت علمائے اہل سنت کے ساتھ میدان مناظرہ میں رونق افروز ہیں مگر آپ تھانوی

جی نہ خود میدان میں آئے نہ حجۃ الاسلام دام ظلہم الاقدس کو یہ تحریر بھیجی کہ آپ تھانہ بھون آجایئے اور میرے مکان پر آکر مجھ سے مناظرہ کرلیجئے۔ کیوں کہ میں بیمار ہوں سفر نہیں کر سکتا۔ نہ وہ رجسٹریاں کہ حضرت ممدوح نے دربارہ مناظرہ امضافرمائیں، حاصل کیں، بلکہ منکر ہو کر واپس کر دیں۔ جو چھاپ چھاپ کر ملک میں فوراشائع کر دی گئیں ان میں سے ایک رجسٹری عین جلسہ مناظرہ میں انکاری ہو کر واپس آئی جسے جناب صدر نے مناظرہ سے انکار پر محمول کر کے آپ کی شکست فاش کا اعلان کر دیا نہ کسی کو مناظرہ لاہور کے لئے اپنا مجاذو ماذون مطلق وکیل بنا کر بھیجا جس کا قول وقبول وعدول ونکول سب آپ کا قول وقبول وعدول ونکول ہوتا۔ اور اس کے عاجز آجانے پر آپ توبہ کر لیتے بلکہ ایک ردی پرچہ پر مذبذبین و متر ددین کو صرف عبارت حفظ الایمان کی تفہیم کی مہمل توکیل بنام حسین احمد اجودھیاباشی و منظور سنبھلی واسماعیل سنبھلی وابوالوالفاء شاہجہانپوری پیش ہوئی۔ فرضی وجعلی سمجھی گئی اور ہزارہا کے مجمع میں آپ کی شکست کا اعلان ہوا اور اس واقعہ کی تمام ملک میں اشاعت ہو گئی۔"

[الفقیہ امرت سر، ۷/ نومبر ۱۹۳۴ء، ص ۵]

الغرض اس طرح اللہ کے فضل وکرم سے اہل سنت ہر بار کی طرح اس بار بھی کامیابی سے ہمکنار ہوے اور تھانوی جی اوران کے اتباع ہمیشہ کی طرح گریز پا اور فرار ہوئے۔ اس کے بعد حجۃ الاسلام دس فروری کو تمغۂ فتح ونصرت اور اہل سنت کی طرف سے تہنیتی ہدایا و تحائف کی سوغات لے کر پنجاب سے ہوتے ہوئے۔ مفتی اعظم ہند محمد مصطفی رضاخاں اور مولانا عبدالحق رئیس پیلی بھیت کے ساتھ مرادآباد میں صبح ۷ بجے رونق افروز ہوئے، جہاں حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی معیت میں ہزارہاہزار اہل سنت آپ کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ اور جب آپ وہاں اسٹیشن پر رونق افروز ہوئے اہل سنت نے نعرہ ہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں بہترین استقبال کیا، گل پوشی اور خوب گل پاشی کی گئی۔ اس کے بعد آپ جلوس کی شکل میں شہر

مرادآباد کی مشہور گلیوں سے گزرتے ہوئے اپنے والد گرامی کے ۱۹۱۱ء کے مشہو سفر (جس کا تفصیلی ذکر قارئین ملاحظہ فرمائیں گے) کی یاد تازہ کرتے ہوئے جامعہ نعیمیہ پہنچے۔ وہاں حضور صدرالافاضل نے جملہ اہل شہر کی طرف سے آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار فرمایا، اور ہدیہ تشکر پیش فرمایا۔ اوراس کے بعد شام کو ایک عظیم اجلاس کا اعلان کیا گیا جس میں آپ نے حجۃ الاسلام اور تھانوی جی کے مابین ہونے والے لاہور کے مناظرہ کی تفصیلی روداد قارئین کے گوش گزار فرمائی۔ یہاں اس کا نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔ ملاحظہ فرمائیں:

واقعہ مناظرہ لاہور کی روداد صدرالافاضل کی زبانی

"مولوی اشرف علی صاحب کی حیثیت ایک ملزم کی حیثیت ہے جس پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے حکم شرع جاری فرمایا اور علمائے مکہ و مدینہ وغیرہ نے اس کی تصدیق کی۔ کسی مجرم کو حق نہیں ہے کہ وہ حاکم شرع کو مناظرہ کی دعوت دے۔ باوجود اس کے بار بار مولوی اشرف علی صاحب سے ان کی مراد دریافت کی گئی اور وہ سالہاسال میں بھی اپنے کلام کی کوئی ایسی توجیہ نہ پیش کرسکے جو انہیں کفر سے بچاسکتی، اب حکم شرع جاری ہو جانے کے بعد ان کے لئے صرف یہی گنجائش باقی رہتی ہے کہ وہ اپنے ان کفری کلمات سے بالاعلان بے دریغ صاف اور واضح طور پر توبہ کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمانوں کو ان سے متارکت کر دینی چاہئے۔ ان کی جماعت پر بھی یہی لازم ہے کہ وہ انہیں توبہ کرنے پر مجبور کریں تاکہ ان کی عاقبت بھی درست ہو، اور ہندوستان کے مسلمان اس خانہ جنگی سے بھی امن پائیں جو تھانوی صاحب کی ہٹ اور ضد کی بدولت مسلمانوں کو برباد کر رہی ہے۔ اللہ کے سامنے سر نیاز جھکانا اور اس کے حضور توبہ کرنا بندہ کے لئے شرم کی بات نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ نہ مولوی اشرف علی صاحب اس وقت تک توبہ پر آمادہ ہوئے اور نہ ان کی جماعت نے انہیں اس پر مجبور کیا بلکہ بجائے اس کے وہ رات دن شر انگیزی اور تفرقہ پردازی میں سرگرم رہتے ہیں۔

شعبان میں حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے تھے، ابھی وہاں علمائے اہل سنت پہنچ بھی نہ پائے تھے کہ دیوبندی صاحبوں نے مناظرہ کی دعوت دے دی اور فیصلہ کن مناظرہ کے اعلان شائع کر دیے۔ حزب الاحناف کے اراکین نے مسلمانوں کو اس پروپیگنڈہ کے زہریلے اثر سے بچانے کے لئے دیوبندیوں کی دعوت مناظرہ کو منظور کرلیا۔ لیکن باوجودیکہ دیوبندی جماعت نے مولوی منظور سنبھلی اور مولوی اسمٰعیل سنبھلی کو بلالیا تھا پھر بھی وہ مناظرہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے اور انہوں نے بجائے گفتگوئے مناظرہ کے التوائے مناظرہ کی رائے پیش کی، اور کہا کہ ۱۵ر شوال کو حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے درمیان مناظرہ ہو جائے۔ ان دونوں صاحبوں میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ خواہ وہ خود مناظرہ کریں یا مناظرہ کے لئے اپنا وکیل مقرر کریں جو فریق بھی مناظرہ کے لئے نہ آئے اور اپنا وکیل بھی نہ بھیجے اس کی شکست سمجھی جائے گی اور اس کے ہم خیال اس کو چھوڑ دیں گے۔ اس قرارداد کے منظور ہونے کے بعد ایک دنیا اس فیصلہ کن مناظرہ کی منتظر تھی۔ اور ۱۵ر شوال کا ہر حصہ ملک میں بے چینی سے انتظار ہو رہا تھا۔ دیوبندی جماعت نے اپنے آپ کو مناظرہ سے بچانے کی بہت کوششیں کیں کہیں تو اپنے ہم خیال اخبار انقلاب میں مناظرہ کے خلاف مضمون چھپوائے اور مناظرہ روکنے اور پیکٹنگ لگانے کے لئے نوجوانوں کو اُبھارا، کہیں ثالثوں کی خوشامد درآمد کر کے انہیں مجبور کیا کہ وہ مجمع عام میں آنے پر راضی نہ ہوں اور جب دیکھا کہ اہل سنت کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتے وہ وہابیوں کی اس تجویز پر بھی راضی ہیں کہ دس دس آدمیوں میں مناظرہ ہو جائے تو انہوں نے ثالث سے ایسے مجمع خاص سے بھی انکار کر دیا۔ سر اقبال کی تحریر اس انکار کی موجود ہے جو لاہور میں ۱۶ر شوال کو مجمع عام میں پڑھ کر سنا دی گئی۔ یہ بھی تدبیر نہ چلی اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب دام مجدہ نے لاہور پہنچ کر اپنی تشریف آوری کا اعلان شائع فرمایا اور یہ شائع فرمایا کہ ۱۵ر تاریخ ۱۰ر بجے دن کے مولوی اشرف علی صاحب یا ان کا وکیل مجاز مقام مناظرہ مسجد وزیر خاں میں

حاضر ہو۔ جابجا سے ہزارہا آدمی اس مناظرہ کے دیکھنے کے لئے آئے ، بامجبوری وہابیہ کی جماعت کو مقام مناظرہ میں پہنچنا پڑا۔ ان میں کچھ تو مولوی احمد علی وغیرہ پنجاب کے حامیان دیوبندیت تھے اور مولوی منظور سنبھلی اور مولوی ابوالوفاء شاہجہانپوری یوپی سے گئے ہوئے تھے۔ مولانا مفتی سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف نے مجمع میں فرمایا:

کہ میرے اور دیوبندیوں کے درمیان جس مناظرہ کی قرارداد تھی آج اس کی تاریخ آگئی اور الحمدللہ اہل سنت کے پیشوائے جلیل حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتھم مع جماعت کثیرہ علماے اہل سنت کے جلسے میں رونق افروز ہیں۔

فریق مقابل مولوی اشرف علی صاحب تھانوی یا ان کے وکیل مجاز کو پیش کرے، جس کو انہوں نے اپنی طرف سے باضابطہ مناظرہ کا وکیل بنایا ہو،اور سند وکالت مہری ودستخطی دی ہو۔ مجمع منتظر تھا کہ مولوی اشرف علی صاحب کا کوئی وکیل پیش ہو کیوں کہ یہ تو سب کو معلوم تھا کہ مولوی اشرف علی صاحب خود تو نہیں آئے ہیں، لیکن اس وقت دیوبندی صاحبان کسی کو ان کے وکیل کی حیثیت سے بھی پیش نہ کر سکے۔ ایک میلا سا کاغذ نکال کر دکھایا جس میں چار وہابی مولویوں کو عبارت حفظ الایمان کی تفہیم کے لئے وکیل بنانے کا ذکر تھا۔ یہ تحریر مولوی اشرف علی صاحب کی بتائی جاتی تھی۔ وہابیوں کی ہمت پر آفریں ہے کہ انہوں نے اس تحریر کو وکالت مناظرہ کی سند قرار دے کر مجمع عام میں پیش کر دیا۔ اس پر مجمع میں جو اُن کی ہوا خیزی ہوئی۔ اور حاضرین نے اس خفیف الحرکاتی کو جس نظر سے دیکھا اس سے لاہور کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اور وہابیوں میں اگر کوئی غیرت مند ہے تو اس وقت کی ذلت کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔ اہل سنت کی طرف سے مطالبہ کیا جارہا تھا کہ مناظرہ کا وکالت نامہ لاؤ تفہیم اور وعظ گوئی کی وکالت کا یہاں کچھ کام نہیں مگر وہاں تھانوی صاحب نے مناظرہ کا وکیل ہی کس کو کیا تھا جو کوئی مناظرہ کا وکالت نامہ پیش کر سکتا۔ ادھر سے مطالبہ کیا جارہا تھا کہ لاؤ وکیل مناظرہ، دکھاؤ مناظرہ کا وکالت نامہ، لیکن جب وہ نہ دکھا سکے اور مجمع نے دیکھ لیا کہ مولوی اشرف علی صاحب نے کسی

کو مناظرہ کا وکیل نہیں بنایا ہے اور نہ کوئی تحریر وکالت مناظرہ کی لکھی ہے، تو مولوی حشمت علی صاحب نے فیصلہ کن مناظرہ کی مسلم اور مانی ہوئی مقبول فریقین فتح کا اعلان کر دیا، کہ الحمدللہ یہ اہل سنت کی بین وابین فتح ہے، کہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب تشریف فرما ہیں اور نہ مولوی اشرف علی صاحب خود آئے نہ انہوں نے کسی کو مناظرہ کا وکیل بنا کر بھیجا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر کسی طرح پردہ نہیں ڈالا جا سکتا پنجاب میں تو دیوبندیوں کی اس شکست کا افسانہ بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور لاہور کے ہزارہا مسلمانوں نے وہابیوں کی اس بیکسانہ شکست کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے دوسرے مقامات کے مسلمانوں کو وہابی مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ جب مولوی اشرف علی صاحب نہیں آئے تو ان کی طرف سے کسی شخص کے نام مناظرہ کا وکالت نامہ ہو تا جب اس کو بھی وہابی نہ پیش کر سکے اور نہ آج پیش کر سکتے ہیں تو وہ کس منہ سے اس شکست کا انکار کریں گے۔ بلکہ اس کے بعد وہابیہ نے مولوی منظور سنبھلی کو اپنی طرف سے مولوی اشرف علی کا وکیل مقرر کر کے عملاً اعتراف کر لیا کہ مولوی اشرف علی کی طرف سے کوئی شخص بھی مناظرہ کے لئے وکیل نہیں کیا گیا تھا۔ پھر مولوی منظور کو وکیل مقرر کرنے کے لئے جو عبارت خود وہابیہ نے لاہور میں لکھی، وہ بتاتی ہے کہ مناظرہ کے وکالت نامہ کی یہ عبارت ہونی چاہیئے؟ اور جب مولوی اشرف علی نے یہ عبارت لکھ کر نہیں دی تو یہ دعوی کرنا کہ انہوں نے کسی شخص کو مناظرہ کا وکیل بنایا، محض غلط اور فریب دہی ہے۔ پھر وہابیوں کے مقرر کردہ وکیل مولوی منظور بھی دو روز شرائط ہی میں اُلجھتے رہے اور اشتعال انگیزی کی باتیں کر کے کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح فساد ہو جائے کسی طرح مناظرہ سے جان بچے بالآخر اپنے فریق کی طرف سے امن کی ذمہ داری اٹھانے کا اعلان کرا کے چلتے ہو گئے۔ اور پولیس کو اپنی خفت وفرار کی آڑ بنایا تمام مجمع ویسے ہی قائم رہا اہل سنت کے شام تک اور شام کے بعد رات کے تین بجے تک جلسے ہوتے رہے اور کوئی چوں کرنے والا ہی نہ تھا مولوی منظور اور مولوی اسمعیل اور مولوی ابوالوفا کا مولوی حشمت

حشمت علی کے مقابلہ سے بھاگ جانا اور مجمع عام سے بد حواس ہو کر اس طرح چل پڑنا کہ نہ سلام نہ کلام نہ یہ گفتگو کہ کیوں جاتے ہیں، کہاں جاتے ہیں، قیامت تک لوٹیں گے ، یا نہ لوٹیں گے یہ کوئی چیز بھی مولوی حشمت علی صاحب کے لئے قابل فخر نہیں ہے۔ کیوں کہ وہابیہ کی اس جماعت میں کوئی ایک بھی ان کے مقابلہ کا نہ تھا۔ مولوی منظور کو بار بار ان کے مقابلہ میں شکست ہو چکی ہے لیکن اگر مولوی اشرف علی بھی آتے اور وہ بھی اس طرح بھاگتے یا بالکل لاجواب ہو کر رہ جاتے تو بھی ہمارے لئے یہ بات کچھ قابل فخر نہ تھی۔ ہماری تمام نقل وحرکت اور ہمارے اس اجتماع اور محنت کی غایت صرف اتنی ہی تھی کہ وہابیہ اپنی غلطی کو محسوس کریں اور تائب ہو جائیں۔ اگر انہیں اس کی توفیق ہوتی اور وہ انصاف اور خدا ترسی کے ساتھ جرأت ودلیری سے اعتراف قصور کر کے سچی توبہ کرتے تو اس سے ہندوستان کی خانہ جنگی مٹ جاتی۔ اور یہ بات ہمارے لئے قابل مسرت ہوتی۔ اس مجمع سے صرف اتنا فائدہ تو ہوا کہ بہت سے عوام جو ان صاحبوں کی صورتوں سے دھوکہ کھائے ہوئے تھے ان پر ان کی حقیقت حال کھل گئی لیکن ہمارا مطمح نظر اس سے بھی بلند ہے اور ہم اب تک یہی چاہتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی ہو کہ تھانوی صاحب اپنے کلمات کی شناعت پر نظر کریں اور تائب ہوں اور ہندوستان کے مسلمانوں کی خانہ جنگی مٹ جائے... تھانوی صاحب اپنی ہٹ پر ہیں اپنی ضد پر ہیں اب تک توبہ کی طرف مائل نہیں۔ نہ ان کی جماعت ان پر توبہ کے لئے زور ڈالتی ہے ایسے حالات میں بجز اس کے کیا چارہ کار ہے کہ مسلمان اس جماعت سے ترک تعلقات لازم سمجھیں اور اپنے آپ کو وہابیوں کی شر رافشانیوں سے محفوظ رکھیں۔ الخ۔"

[السواد الاعظم بابت ماہ ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ۔ ۱۳۵۲ھ۔ ص ۲۹ تا ۳۳]

الغرض: صدر الافاضل کی مذکورہ تقریر سے لاہور میں اہل سنت کی فتح ونصرت اور حقانیت اور وہابیہ اور پیشوائے وہابیہ تھانوی جی کی ذلت آمیز شکست کا حال واضح طور پر منکشف ہو گیا۔

بالجملہ: تھانوی جی اوران کی متنازعہ عبارت کے خلاف اہل سنت کی جانب سے کی گئی ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۵۲ ھ تک کارروائی کا یہ مختصر اوراجمالی خاکہ ہے۔ اگراسے پھیلایاجائے اور ۱۳۲۰ھ سے اب تک کا تفصیلی جائزہ لیاجائے تو ایک دفتر کم ہے۔ لیکن اہل نظر وانصاف کے لئے اتنا بہت ہے اور ہٹ دھرم ومتعصب کے لئے دفتر کا دفتر کم اور بے سود وبے کار۔

آخر میں ہم قارئین کو یہ باور کرادیں کہ یہ کوئی ایک ہی واقعہ نہیں کہ تھانوی جی کو دعوت مناظرہ دی گئی ہو اہل سنت کی جانب سے خواہ ان کی جماعت کی طرف سے اوروہ میدان مناظرہ میں نہ آئے ہوں بلکہ ایسے بہت سے واقعات ہیں ۔ یہاں مشتے نمونہ ازخروارے چندواقعات پر ہی اکتفا کیا گیاہے۔ اصل تو اعلیٰ حضرت اور تھانوی جی کے درمیان ہونے والی مناظرانہ سرگرمیوں کارروائیوں کی سرگزشت قارئین تک پہنچانا مقصود تھی۔ لہٰذا اب قارئین اوراق گردانی فرمائیں اوراعلیٰ حضرت کی فتوحات سے محظوظ ہوں اور تھانوی جی کی گریز عجز وفرار شکست فاش وفحاش کی دلچسپ داستان سے لطف اندوز ہوں۔

اللہ ہمیں فتنوں سے محفوظ فرمائے اور ہمارے عقائد کی حفاظت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

فتوحاتِ اعلیٰ حضرت

تھانوی جی کی عبارت پر تکفیری حکم

اعلیٰ حضرت کے قلم سے

۱۳۱۹ھ میں تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان منظر عام پر آئی اور ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے المعتمد المستند میں اس عبارت اوران جیسی اور بھی عبارات اسی مکتبہ فکر کے مستند علما کی نقل فرما کر صاف طور پر تکفیر فرمائی۔ اور یہی نہیں بلکہ ۱۳۲۳ھ میں اسی کتاب مستطاب میں مندرج پیشوائے دیابنہ کی کفریہ عبارات جس میں حفظ الایمان کی یہ عبارت بھی تھی، علمائے حرمین شریفین کے روبرو پیش کی اوران کے کفروارتداد پر آخری کیل کی حیثیت سے ان کے فتاوی، تقاریظ اور تصدیقات مع دستخط ومہر حاصل کر کے "حسام الحرمین علی منحر الکفروالمین" کی شکل میں عالم اسلام کو عطا فرمائی۔ اور مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا۔ جب حسام الحرمین کی اشاعت ہوئی تو دیوبندی مکتبہ فکر کے خودساختہ دین کی بنیادیں ہل گئیں، باطل کے ایوان میں زلزلے برپا ہونے لگے، حق کا طوفان باطل کے شیش محل کو تنکے کے مثل بہالے جانے لگا، ظلمت وتاریکی کے بادل حقانیت کی روشنی کی تاب نہ لاسکے۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں حقانیت کا بول بالا ہونے لگا ہر بشر پر حق عیاں ہو گیا، ہر زبان "جاء الحق وزھق الباطل" کا ورد کرنے لگی۔ لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اسے حق وباطل کا معرکہ یہیں ختم نہیں ہونے دینا تھا۔ اسی لئے ایک بار پھر باطل نے اپنے زخموں کو مندمل کرنے اور حق کو شکست دینے کا ناپاک منصوبہ بنا کر اپنے مکروہ چہرہ کو روبروے انسانیت کر لیا بلفظ دیگر مخالف جماعت نے اہل سنت سے مقابلہ آرائی کے لئے خود کو دوبارہ کمربستہ کر لیا اور اپنے نمائندوں کو میدان میں اپنے بنائے ہوئے دین ومذہب کی حمایت میں اُتار دیا- جنہوں نے جابجا اپنے اکابر کے دفاع میں صفائیاں دینا شروع کر دیں اور بے جا تاویلات سے ان کی کفری عبارات کو ایمانی ثابت کرنے کے لئے ناپاک کوششیں شروع کر دیں۔

لہٰذا ۱۳۲۵ھ میں مولوی خلیل انبیٹھوی نے حسام الحرمین کے وار شدید سے

خوداوراپنی پوری جماعت کو بچانے کا بیڑا اٹھایا اپنی خفت وندامت کو مٹانے کے لئے علمائے حرمین شریفین کے نام سے فرضی تقریظات وتائیدات پر مشتمل ایک کتاب ''التلبیسات لدفع التصدیقات معروف بہ المہند'' مرتب کی۔ اوراسے اپنوں کے اطمینان قلوب اوراہل سنت کو فریب دہی کی نیت سے شائع کر دیااوران کی دیکھادیکھی مولوی حسین مدنی نے بھی ''الشہاب الثاقب'' لکھ ڈالی۔ لیکن ان کتابوں کی تردید میں علمائے اہل سنت نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائیں۔ خصوصاً صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے اس کتاب کے مندرجات کے بطلان اور حسام الحرمین کی حقانیت کے ثبوت میں اس کتاب کا جواب لاجواب ''التحقیقات لدفع التلبیسات'' کے نام سے تحریر فرمایا۔

نیز شیر بیشہ اہل سنت نے ''رادالمہند''اور''الصوارم الہندیہ'' کے نام سے اوراجمل العلما مفتی اجمل حسین صاحب سنبھلی نے ''ردشہاب ثاقب'' کے ذریعہ خوب خوب بخیہ دری فرمائی۔ اوران کتابوں کا ایسادندان شکن جواب دیاکہ اس کے جواب سے اب تک پورامکتبہ فکرلاجواب ہے اور تاقیام قیامت رہے گا۔

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کا اعلیٰ حضرت کو مناظرہ کا چیلنج

۱۴؍محرم ۱۳۲۶ھ /۱۷فروری ۱۹۰۸ء کو دیوبندی مکتبہ فکر کے ایک ادنیٰ سے مولوی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ کے مدرس اول- جوبعد میں دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات بنائے گئے- تھانوی صاحب کے دفاع میں تھانوی صاحب کے خودساختہ وکیل کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت سے مقابلہ آرائی کے لئے میدان میں اُترپڑے اوراپنی تعریفات وتعلیوں پر مشتمل ایک طویل خط لکھ ڈالا اوراس میں اعلیٰ حضرت کو دعوت مناظرہ بھی دے بیٹھے؛

ذات کی چھپکلی اور شہتیروں سے معانقہ

یہ جانتے ہوئے کہ ان کے پیشوا آج تک اسے فن فساد سے تعبیر کرتے رہے اور اہل سنت خصوصاً اعلیٰ حضرت سے مناظرہ، مکالمہ اور مباحثہ کے نام سے جن کے جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی لرزہ براندام ہو جایا کرتی ہے اور 'دروغ گو را حافظہ نباشد' یہ بھی بھول گئے کہ میں جسے چیلنج کر رہا ہوں، وہی ہیں جن کی تقریر کے درمیان لقمہ دینے کے سبب مجھے خفت و ندامت اُٹھانی پڑی- نہیں نہیں بلکہ ڈبیا اور رومال چھوڑ کر بھاگنا بھی پڑا۔ واقعہ کچھ یوں پیش آیا کہ تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل در بھنگی صاحب بیچارے پٹنہ میں اعلیٰ حضرت کی تقریر سننے کے لئے مجمع میں حاضر ہوئے، اور دوران خطاب ہی بول پڑے کہ مجھے کچھ پوچھنا ہے۔ سامعین نے ان کو یہ کہہ کر کہ درمیان خطاب بولنا یہ کون سی تہذیب ہے، جو پوچھنا ہو بعد میں پوچھنا، خاموش کرا دیا۔ اور جب بعد میں تلاش کیا گیا تو پتہ چلا کہ ڈبیا اور رومال چھوڑ کر مولوی صاحب فرار ہو چکے ہیں، اور چونکہ اس اجلاس میں مولوی صاحب کو خفت و ندامت کا سامنا ہوا، اسی لئے اپنی خفت مٹانے اور قابلیت کا رعب جتانے اور دل میں جلتی حسد کی آگ بجھانے کے لئے یہ دعوت مناظرہ پیش کر دی یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اعلیٰ حضرت کے سامنے طفل مکتب کی حیثیت بھی نہیں رکھتے اور یہ کہ اعلیٰ حضرت ہر ایرے غیرے کو منھ لگانے والوں میں سے نہیں -ان کی اصل بحث تھانوی اور دیوبندی اکابر سے ہے جنہوں نے اپنی کتب میں کفریات بکی ہیں تو بھلا مولوی صاحب کو کیوں منھ لگانے لگے، یہی وجہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت نے مولوی مرتضی کے خط کا جواب دینا ضروری نہیں جانا۔ ہاں البتہ در بھنگی صاحب کے اس خط کا جواب بریلی سے اعلیٰ حضرت کے مایہ ناز شاگرد رشید ملک العلما علامہ ظفر الدین صاحب نے دے کر مولوی صاحب کی تعلیوں کو خاک ملا دیا۔ اور اعلیٰ حضرت سے شوق مناظرہ کو زندہ در گور کر دیا۔ ہم یہاں ملک العلما کا خط جو در بھنگی صاحب کے نزدیک اعلیٰ حضرت ہی کا ہے خود ان کے رسالہ "اسکات المعتدی" (اس کا ذکر آگے آرہا ہے) سے بعینہٖ نقل کر رہے، ملاحظہ فرمائیں:

صحیفہ منیفہ ملک العلما بنام مولوی مرتضی در بھنگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس بندہ مسلمان کے نام جو مدرسہ امدادیہ در بھنگہ میں ہو بعد ہدیہ سنت اس مدرسہ کے مدرس کی ایک رجسٹری بطلب مناظرہ آئی، ان مدرس کے اکابر اساتذہ ومشائخ کہ یہ جن کے تلمذ کے لائق بھی اپنے آپ کو نہ جانیں یعنی گنگوہی ونانوتوی وتھانوی سال ہا سال رسائل وسوالات کے جواب سے بحمد اللہ تعالیٰ عاجز رہے۔ ۱۳۰۹ھ سے کتابیں ان کے رد میں چھپا کیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اب تک لاجواب رہیں سب میں اخیر تحریر جو گنگوہی کے پاس رجسٹری شدہ گئی، وہ سوالات تھے جن کے جواب میں گنگوہی نے صاف لکھ دیا اور یوں گریز کی کہ مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر فرصت ملی (دیکھو زیغ زاغ صفحہ ۱۵) جسے چھپے ہوئے پانچ (۵) برس ہوئے اور اب تک لاجواب رہے اور تھانوی کا فرار تو ابھی تازہ ہے، سوالات کے جوابات میں صاف کہہ دیا کہ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا ہوں اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل تھے۔ یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے دیکھو ظفر الدین الجید جس کو چھپے ہوئے ڈھائی سال سے زائد ہوئے اور اب تک لاجواب رہے۔

عجب نہ ایک عجب بلکہ صد ہزار عجب کہ جس فن دینی سے اس مدرس کے اساتذہ اور اساتذۃ الاساتذہ سب جاہل رہے ہوں اور اسے فساد جانیں یہ مدرس اس پر آمادہ ہوں اور طرفہ شاگرد یکہ میگوید سبق استاد را عجب عجب نہ ایک عجب بلکہ ہزار عجب کہ جس بندئہ خدا کے مقابلہ سے ان مدرس کے اساتذہ ومشائخ واکابر یوں عاجز رہے ہوں اور عمریں گزری ہوں، نہ زبان کھول سکے ہوں۔ یہ ان کے یہاں کے ایک نہایت نو آموز طفل مکتب یوں چھوٹا منہ بڑی بات کرنے کو تیار ہیں جن کی حالت یہ ہو کہ نہ املا ٹھیک نہ اردو عبارت صحیح ؎

خود غلط املا غلط انشا غلط

مدرس نے اپنے اساتذہ کے چاک عجز کو یوں رفو کرنا چاہا کہ انہوں نے قابل خطاب نہ سمجھا، یہ عذر اگر قابل سماعت نہیں جب تو اکابر مدرس کا عجز خود اقرار مدرس سے ثابت ہے۔ اور اگر عذر صحیح و قابل قبول ہے تو جو بندہ خدا مدرس کے اکابر کو بھی قابل خطاب نہ جانتا ہو صرف اس ضرورت سے کہ طائفہ گمراہ انہیں اپنا مقتدا اور امام مانے ہوئے تھا، ان سے مخاطبہ کیا۔ اور بعون العزیز المقتدر ان کا عجز تمام عقلا پر ظاہر ہو گیا اور ان اطفال مکتب کے طفل مکتب سے مخاطبہ کرے حاشاللہ ان میں دو مر گئے، ایک تھانوی بقید حیات ہیں۔ مدرس سے کہیے انہیں آمادہ کرے سوالات کا جواب دیں یا جواب دینے کی آمادگی اپنی مہری دستخطی بھیجیں ورنہ وہی مثل نہ ہو جو حدیث میں ارشاد ہوئی۔ معاف فرمایئے میں حدیث بیان کرتا ہوں، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

قالت الکلبۃ لا انبح فعوی جرأھا فی بطنھا رواہ احمد والبزار عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضاف ضیف الحدیث۔

بیان آمادگی تھانوی کے سوا ان مدرس کے کسی خط کا جواب نہ دیا جائے گا۔ علمائے حرمین شریفین زادھما اللہ تعالیٰ شرفا و تکریما مذکورین پر حکم کفر وارتداد دے چکے ہیں۔ اور صاف ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے پیرو جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انہیں مرتد نہ جانے خود مرتد ہے اور شرعاً مرتد سے مخاطبہ جائز نہیں۔

پٹنہ کا واقعہ بھی ان مدرس نے اپنے اکابر کے مقتضائے مذہب پر لکھا کہ جب ان کے نزدیک جو ان کے معبود کو بالفعل جھوٹا کہے وہ مرد مسلمان سنی حنفی ہے اسے فاسق تک نہ کہنا چاہیے، نہ اس سے کوئی سخت بات کہی جائے، جب ان کے معبود کا جھوٹا ہونا اس حد تک صحیح ہے کہ اس کا قائل فاسق بھی نہیں ہوتا، تو ان کا خود جھوٹ بولنا ہر فرض سے اہم تر فرض ہوا، ورنہ عابد معبود سے افضل ہو جائیں گے۔ یہ تو اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ کمال مہذب صاحب جو پٹنہ کے جلسہ میں عین وسط بیان میں احادیث سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قطع کر کے کچھ پوچھنے کھڑے ہوئے تھے کہ مجھے کچھ دریافت کرنا ہے وہ مہذب

یہ مدرس ہیں۔ مسلمانوں نے یہ جواب دیا تھا کہ بات کاٹ کر عین بیان میں پوچھنا کون سی تمیز ہے، ختم بیان پر جو استفادہ منظور ہو دریافت کرلیں۔ ختم بیان پر لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قبل ختم گھبراہٹ میں ڈبیا اور رومال چھوڑ کر تشریف لے جا چکے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون! پھر بھی شاباش ہے کہ اپنے اساتذہ کی سنت پر قیام کیا۔

والسلام علی من اتبع الھدی۔

فقیر ظفر الدین قادری

۱۷ر محرم الحرام ۱۳۲۶ ہجری یوم الخمیس

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین:

[منقول از اسکات المعتدی مشمولہ رسائل چاند پوری، ۱/ ۳۷۰ تا ۳۷۳]

اس خط کے بعد ہونا یہ تھا کہ تھانوی صاحب کو آمادہ کیا جاتا مگر افسوس اپنی جماعت میں اپنی ناک اونچی کرنے کے لئے در بھنگی صاحب نے اعلیٰ حضرت کو دروغ گوئی خلاف بیانی مزخرفات ومغلظات دشنام طرازی پر مشتمل کئی تحریریں بھیج کر تھانوی صاحب کو پورا ہضم کرلیا- ان کا کہیں سے کہیں تک ذکر نہیں، بس اسی بات کی رٹ لگالی کہ آپ مجھ سے بحث کریں مناظرہ کریں میدان میں آئیں میں یہ کردوں گا وہ کردوں گا وغیرہ وغیرہ۔اب ان سارے خطوط کے جواب دینا گویا اپنا وقت ضائع کرنا تھا کیوں کہ اصل لڑائی تھانوی صاحب سے تھی اور وہ 'صم بکم عمی' کی عملی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ اور اب در بھنگی صاحب نے حکیم الامت کے مطب میں مسیحائی کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ لہٰذا ملک العلما نے دوماہ بعد پھر ایک مختصر مگر جامع خط در بھنگی صاحب کے نام ارسال فرمادیا، جس میں آپ نے صاف طور پر فرمادیا کہ تھانوی کے ہوتے اطفال سے مخاطبہ کی حاجت نہیں۔ البتہ آمادگی مناظرہ اس شرط پر فرمائی کہ اگر تھانوی صاحب خود عاجز آکر در بھنگی صاحب کو ''مشکل کشا'' جانتے ہیں تو مہر کردیں کہ یہی ہمارے امام الطائفہ ہیں ہم سے جو سوالات ہوئے، یہ جوابات دیں گے ان کا جواب تھانوی کا جواب ان کا فرار تھانوی کا فرار ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیں ملک العلما کا صحیفہ قدسیہ جسے ہم نے اسکات المعتدی سے ہی نقل کیا ہے:

نامی نامہ ملک العلما بنام مولوی مرتضی در بھنگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

در بھنگی صاحب کا خط آیا جواب وہی ہے جو اول سے گزارش کیا کہ گنگوہی صاحب پر سولہ سال (۱۶) سے تقاضی رہے آخر فرار عن المناظرہ کا اقرار لکھ کر گزر گئے تین (۳) سال سے تھانوی صاحب بھی زیر بار ہیں جو علانیہ اقرار فرار فرما چکے ہیں ان کے ہوتے ہوئے اطفال سے مخاطبہ کی حاجت نہیں تھانوی صاحب اگر خود عاجز ہو کر در بھنگی صاحب کو اپنا "مشکل کشا" جانتے ہیں - مہر کر دیں کہ یہ ہمارے امام الطائفہ ہیں۔ ہم سے جو سوالات ہوئے ہیں یہ جواب دیں گے۔ ان کا جواب تھانوی کا جواب اوران کا فرار مکرر تھانوی کا فرار ہو گا اس وقت فقیر بھی بزرگ طائفہ کی خدمت گزاری کرے گا۔ والعون من اللہ تعالیٰ فقط

فقیر ظفر الدین قادری رضوی: ۱۱ر ربیع الآخر چہار شنبہ ۱۳۲۶ ھجری

[منقول از اسکات المعتدی مشمولہ رسائل چاند پوری ۱/ ۳۸۹،۳۸۸]

مولوی مرتضی در بھنگی کی اسکات المعتدی کی بخیہ دری

مولوی مرتضی حسن در بھنگی نے "اسکات المعتدی" کے نام سے ایک کتاب لکھ ڈالی- جس میں خوب ڈٹ کر کذب بیانی و مغلظات وخرافات سے کام لیا۔ ۹ر شعبان ۱۳۲۷ھ / ۲۵ اگست ۱۹۰۹ء کو کتاب بریلی موصول ہوئی۔ اور ۲۰ر شعبان (۵ ستمبر ۱۹۰۹ء) کو اس کا مسکت و مدلل جواب کتاب " ظفر الدین الطیب معروف بہ صلائے مناظرہ" کی شکل میں چھپ کر تیار ہو گیا- جس نے مولوی مرتضی در بھنگی کے سارے کس بل ڈھیلے کر دئے۔ اور ذرا سنبھل پاتے کہ پے درپے "الصمصام المحمدی" اور "اہلاک المرتدی" کی ضرب کاری سے کمر ٹوٹ گئی اور اس کے جواب سے لاجواب ہو گئے۔

امرت سر کے مشہور اخبار ''اہل فقہ'' میں اس کا ذکر کچھ اس انداز میں درج ہے۔

''ناظرین کو یاد ہوگا کہ مولوی مرتضی حسن در بھنگوی نے ایک رسالہ مسماۃ ''اسکات المعتدی'' تحریر کر کے اودھم مچادیا تھا کہ بس آج اگر دنیا میں کوئی اہل علم ہے تو وہ خود بدولت ہیں۔ یہ رسالہ ۹ شعبان کی شام کو بریلی پہنچا بریلی سے مولوی سید محمد عبد الرحمن صاحب قادری برکاتی نے اس کا جواب ۲۰/ شعبان کو چھپا چھپایا موجود کر دیا۔ چوں کہ اسکات المعتدی میں ایک تذکرہ ضمناً آ گیا ہے، یعنی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ایک دفعہ بریلی میں تھے تو چند سنی طلباء نے کچھ سوالات ان کی خدمت میں پیش کئے تھے جن کا جواب دینے سے مولوی صاحب موصوف نہ صرف عاجز آ گئے تھے، بلکہ صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ فن مناظرہ سے میں اور میرے اساتذہ سب جاہل۔ اس کی کیفیت ۱۳۲۳ھ میں بصورت رسالہ ''ظفر الدین الجید معروف بہ بطش غیب'' شائع ہو گئی تھی۔

مولوی سید محمد عبد الرحمن صاحب نے اسکات المعتدی کا ایک فوری اور مختصر جواب لکھا جس کا نام رکھا ''ظفر الدین الطیب معروف بہ صلائے مناظرہ'' مگر پہلا رسالہ بطش غیب بھی اس کے ساتھ چھاپ دیا تا کہ ناظرین کو ۱۳۲۳ھ کے واقعہ کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے''

[مورخہ ۲۹/ شوال ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۳/ نومبر ۱۹۰۹ء ص۶]

مولوی در بھنگی کے چیلنج مناظرہ کو چیلنج

اعلیٰ حضرت نے در بھنگی صاحب کو یکسر نظر انداز فرمادیا تھا۔ کیوں کہ در بھنگی صاحب کی شکست و فتح سے اصل معاملہ جوں کا توں رہنا تھا۔ تھانوی صاحب پر اس کا کوئی اثر پڑنے والا نہ تھا اور چوں کہ در بھنگی صاحب نے خود کو تھانوی صاحب کا وکیل بنالیا تھا۔ اور حقیقت میں وہ وکیل تھے ہی نہیں۔ اگر تھانوی صاحب نے انہیں وکیل مطلق بنایا ہوتا تو ضرور تھانوی صاحب اعلیٰ حضرت کے خط کے جواب میں کوئی جوابی خط لکھتے اور در بھنگی صاحب کی وکالت پر مہری ود ستخطی تحریر ضرور ارسال کرتے- جو انہوں نے بار بار اصرار کرنے پر بھی نہیں بھیجی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ تھانوی صاحب کو در بھنگی صاحب پر اعتماد نہیں تھا۔ کوئی ایک خط بھی تھانوی صاحب کا اعلیٰ حضرت کے جواب میں نہ آنا اس بات کی صاف گواہی دیتا ہے کہ تھانوی صاحب خود بھی اعلیٰ حضرت کے مقابلے پر آنے سے پہلو تہی کرتے تھے اور اپنے حوالے سے کسی کو بھیجنے سے بھی گریزاں تھے۔ لیکن در بھنگی صاحب تھے کہ شوق مناظرہ میں بے چین و قرار تھے اور اس خوش فہمی کے مرتکب بھی تھے کہ اعلیٰ حضرت نے میرا کوئی جواب نہیں دیا، وہ لاجواب ہوگئے۔ اور ان کی خوش فہمی ٹھیک بھی تھی کیوں کہ اعلیٰ حضرت بھلا گالیوں بھرے خط اور دشنام طرازیوں و افترا پردازیوں سے مملو اشتہارات کے جوابات دینے کے اہل کب ہوسکتے تھے- اسی لئے خود بھی ان گالیوں بھرے خطوط و اشتہارات کے جواب دینے سے بچتے اور معتقدین کو بھی جواب دینے سے منع فرماتے رہے۔ جیسا کہ اگلے خط میں خود اعلیٰ حضرت نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ خیر در بھنگی صاحب جیسے اتاولے سے ہو گئے تھے کسی کل چین نہ تھا اسی بوکھلاہٹ میں اخبار اہل حدیث کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کو تھانوی صاحب کے وکیل کی حیثیت سے دعوت مناظرہ دے ڈالی اور ساتھ ساتھ ثناء اللہ امرت سری نے بھی اعلیٰ حضرت کو پیغام مناظرہ پیش کر دیا، حالانکہ چند دنوں قبل حضرت علامہ وصی احمد محدث صورتی علیہ الرحمہ کے شہزادے علامہ عبد الاحد صاحب نے امرت سری

کو چیلنج کیا تھا لیکن غیر مقلد امرت سری اور نام نہاد مقلد در بھنگی صاحب دونوں ہی نے اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کرنے کی مانگ رکھی، اوراخبار میں خبر شائع کرادی۔ جس کے جواب میں حضرت علامہ عبدالاحد صاحب نے اخبار اہل فقہ میں اپنا ایک مراسلہ شائع فرمایا جس میں مولوی مرتضی حسن اور ثناء اللہ امرت سری کا اعلیٰ حضرت کو چیلنج مناظرہ دینے پر مزے دار تبصرہ فرمایا، اوراسکات المعتدی کے جوابات کی طرف اشارہ فرمایا۔ نیز در بھنگی صاحب کے پرانے زخموں پر قدرے نمک پاشی فرمائی، اورآخر میں در بھنگی اور امرت سری سمیت ہندوستان بھر کے وہابیوں دیوبندیوں کو جہاں چاہیں وہاں آکر مناظرہ کرنے کا چیلنج دے ڈالا، گویا در بھنگی کے چیلنج کو کھل کر مردانہ وار چیلنج دے دیا- جس کے بعد ان دونوں حضرات کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ عبدالاحد صاحب کے سامنے بھی آنے سے پسینے چھوٹ گئے۔ ملاحظہ فرمائیں علامہ عبدالاحد صاحب کا مراسلہ جو اخبار اہل فقہ میں شائع ہوا:

مراسلہ

”خاکسار نے اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد کو دعوت مناظرہ دی جس کے جواب میں غیر مقلد صاحب موصوف نے بھی آمادگی ظاہر کی تھی، اس پر میں نے شرائط کا تصفیہ کرنا چاہا لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب نے جیسا کہ مکرمی مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر ایڈیٹر اہل فقہ کا خیال تھا گریز اور فرار کی صورت نکالی۔ اوراس طرح کہ ایک برائے نام شیر شیر ہی بنا رہے اور روباہ بازی سے مطلب بھی نکال لے فرار کی صورت خوب تجویز کی۔ یعنی اعلیٰ حضرت مولانا مولوی حاجی احمد رضا خان صاحب بریلوی (اللھم متع المسلمین بطول حیاتہ) کو مخالف کرنا چاہا اور خاکسار کی نسبت لکھ دیا کہ انہیں سے مل کر کام کریں۔ سبحان اللہ !!!

یہ تو مانا کہ آپ کو کبھی کوئی سمجھ والا نہیں ملا مگر اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا کہ دنیا میں کوئی سمجھدار نہیں۔ اس کے بعد ان حضرات کے ایک اور ہم مشرب مولوی

مرتضی حسن صاحب وہابی در بھنگوی کو بھی مناظرہ کے شوق نے مجبور کیا اور اہل حدیث مورخہ ۲۰/اگست میں انہوں نے ایک خط چھپوایا، وہابی صاحب مذکور نے بھی (بفحوائے چھوٹا منہ بڑی بات) مناظرہ کا شوق بھی ظاہر کیا تو کس سے حضرت مولانا فاضل بریلوی مدظلہ العالی سے - اللہ اللہ ذات کی چھپکلی اور شہتیروں سے معانقہ !!!

خیر ان کی ساری عمر کی کمائی رسالہ اسکات المعتدی اور مضمون مذکورہ و مضمون منجانب ثناء اللہ صاحب کا جواب بریلی سے بصورت رسالہ ظفر الدین الطیب شائع ہو گیا۔ اور اسکات المعتدی کے دو جواب اور بھی شائع ہونے والے ہیں ، تاکہ مثنی ومثلث پر عمل ہو جائے۔ اگرچہ بریلی سے جواب شائع ہو گیا، لیکن میں اپنی طرف سے اپنے ہر دو معزز مخاطبوں یعنی مولوی مرتضی حسن صاحب وہابی اور مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد کو جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں - سنیے مولوی صاحبان!

اگرچہ آپ کی تحریرات زبان حال سے پکارپکار کر کہہ رہی ہیں کہ مناظرہ سے گریز ہے، فرار ہے - لیکن زبان قال کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ مناظرہ پر آمادہ ہیں مگر تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز و قدت را می شناسم

حدیث شریف: ''اتقوا من فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ''

ہم صاف صاف بلند آواز سے صاف اور کھلے لفظوں میں پکار کر کہتے ہیں کہ ہم مناظرہ کے لئے تیار اور مستعد ہیں۔ اور جس شہر میں آپ لوگوں کو منظور ہو حاضر ہونے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں کلکتہ، دیوبند ہو یا در بھنگہ غرضیکہ جس مقام کو پسند کرو، وہی مجھے منظور۔ میں نہ صرف آپ کو بلکہ تمام ہندوستان بھر کے وہابیوں غیر مقلدوں کو عموماً دعوت میں مخاطب کرتا ہوں - اگر کسی میں علم و عقل و فراست و ہمت ہے تو پردہ سے نکلے چوڑیاں توڑ کر مہندی کا رنگ تیزاب سے اُتار کر مرد میدان بنیے اور ہم سے جس مسئلہ میں چاہے

مناظرہ کرنے اور اگر ہندوستان کے علاوہ اور کسی ملک میں بھی فرقہ وہابیہ کا کوئی فرد ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو اس خطاب کا مخاطب سمجھ لے۔ اب بھی ہمارے مخاطب صاحبان بلوں سے نہ نکلے اور گھونسلے نہ چھوڑے تو دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنے والے ہیں۔ اس کے بعد ''فان لم نستحی فاصنع ماسئت'' پر عمل کرتے رہتے ایک دفعہ غیرت وحمیت کو کام میں لاکر مرد میدان بن جاؤکم ازکم اپنے بزرگوں کے نہ مٹنے والے داغ کو مٹانے کی کوشش کرو! تاکہ تصفیہ تو ہو جائے۔ اور مسلمانوں میں جو تفرقہ پڑرہاہے اس میں کچھ تخفیف ہو۔ الخ۔"

[اخبار اہل فقہ، ۱۱/ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ، مطابق ۲۷/ ستمبر ۱۹۰۹ء ص ۵، ۴]

اس خط کے جواب میں اور بھی کافی جواب دیے گئے البتہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بجائے تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل در بھنگی صاحب کے موکل تھانوی صاحب کو اس درمیان کئی خطوط اور ارسال فرمائے جس میں آپ نے مرتضی حسن در بھنگی کی وکالت پر تھانوی صاحب کی مہری ودستخطی تحریر طلب فرمائی، نیز یہ بھی لکھنے کو کہا کہ در بھنگی صاحب کا تمام ساختہ پرداختہ قول فعل سکوت قبول نکول عدول جو کچھ ہو گا وہ بعینہٖ تھانوی صاحب کا ہو گا اور اس کے بعد تھانوی صاحب کو کسی عذر کی گنجائش باقی نہ رہے گی اور اگر تھانوی صاحب نے اس خط کے جواب میں خود قلم خاص سے کوئی جواب نہ دیا مرتضی در بھنگی کا وکالت نامہ پیش نہ کیا یا رجسٹری واپس کر دی تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ آپ نے کسی کو وکیل نہیں کیا اور خود بھی مباحثہ وغیرہ سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔

ہم یہاں اعلیٰ حضرت کا ۱۴/ ربیع الآخر دوشنبہ ۱۳۲۸ھ / ۲۴ اپریل ۱۹۱۰ء کو لکھا گیا ایک خط نقل کر رہے ہیں- ملاحظہ فرمائیں:

صحیفہ قدسیہ اعلیٰ حضرت بنام تھانوی صاحب

حامداومصلیا و مسلما

مولوی اشرف علی صاحب!

توہین وتک-ذیب خدا اور سول جل وعلاو صلی اللہ تعالیٰ کا جو الزام مدتوں سے آپ اور مولوی گنگوہی ونانوتوی وانبیٹھی صاحبان وغیر ہم پر ہے۔ سنا گیا ہے کہ اب آپ اس مناظرہ پر آمادہ ہوئے اور اس میں اپنا وکیل مطلق کسی شخص مرتضیٰ حسن نامی دیوبندی یا چاندپوری کو کیا۔ اگر یہ بات واقعی ہے تو الحمد للہ مدت کی تمنائے اہل اسلام بعونہ تعالیٰ پوری ہونے کی خوش خبری ہے۔ آپ فوراً اپنی مہری ودستخطی تحریر خود اپنے قلم سے لکھ کر بھیجیں کہ میں نے ''بطش غیب'' و''تمہید ایمان'' وحسام الحرمین'' کے سوالات و اعتراضات کا جواب دینے کے لئے مرتضیٰ حسن مذکور کو اپنا وکیل مطلق ونائب عام کیا۔ اس کا تمام ساختہ پرداختہ، قول، فعل، سکوت قبول، نکول، عدول جو کچھ ہو گا، سب بعینہٖ میرا اقرار پائے گا، مجھے اس میں کوئی عذر کی گنجائش نہ ہے اور نہ ہو گی۔ جب آپ یہ تحریر باضابطہ بھیج دیں گے۔ تو میں باقی اُمور جو گزارش کرنے ہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا مولیٰ عزوجل حق ظاہر کو ظاہر تر فرمائے۔ وللہ الحجۃ البالغہ۔

آپ اگر واقعی آمادہ ہوئے ہیں۔ تو تستر ولعل کے کوئی معنیٰ نہیں۔ سامنے سے پہلے کہا تھا کہ ''میں مباحثہ کرنا نہیں چاہتا، میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے'' یہ خط جس دن آپ کو پہنچے ایک وہ دوسرا اور تیسرے دن جواب اپنے قلم خاص سے اور وکالت نامہ مضمون بالا اپنے مہر و دستخط و خامہ سے روانہ کریں۔ احتیاط چاہیں تو رجسٹری کرائیں۔

تنبیہ! تنبیہ!! تنبیہ!!!

اگر اس کا جواب مذکورہ میں خود نہ دیا یا وکالت نامہ بمضمون مذکور بطور مسطور نہ بھیجا۔ یا رجسٹری واپس کردی تو ثابت ہو گا کہ آپ نے شخص مذکور کو وکیل نہ کیا تھا۔ یا

معزول کر دیا۔ اور یہ کہ آپ حسب عادت چند سالہ، مسائل و سوالات مذکورہ میں بحث سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ میرے اس التماس کا جواب معقول آنے پر اور جو مجھے استفسار کرنا ہے، کروں گا- اس کے جواب کے بعد آپ کی نوبت ہو گی۔ آپ کو جو پوچھنا ہو گا۔ خود پوچھیں گے۔ میں بعونہ تعالیٰ خود جواب دوں گا۔ ابتدائے سوال میری طرف سے ہے۔ میرے استفسارات طے ہونے سے پہلے بے جواب معقول دئے۔ سوال علی السوال کی طرف عدول، مدفوع و مخذول ہو گا۔ پھر کہتا ہوں اور بتاکید کہتا ہوں کہ آپ اگر واقعی آمادہ ہوئے ہیں۔ تو صاف طور پر سمجھ لیجئے، بچنے، چھپنے بدلنے کی حاجت نہیں۔

و للہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین والحمدللہ رب العلمین۔

اس خط کے جواب میں کسی دوسرے کی کوئی بات نہ سنی جائے گی۔ آپ جب کہ عاقل بالغ ہیں تو وکالت نامہ خود آپ کے قلم و دستخط و مہر سے ہو، ورنہ توکیل میں تسلسل مستحیل لازم آئے گا۔

وحسبنا اللہ و نعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا وھادینا و ناصرنا محمد و الہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم ابداً آمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم خود

۱۴ ربیع الآخر روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۲۸ھ

(مکتوبات امام احمد رضا طبع ممبئی ۱۲۷، ۱۲۸)

مذکورہ خط تھانوی صاحب کو موصول ہوا لیکن اپنی پرانی روش پر قائم رہتے ہوئے تھانوی صاحب نے اسے بھی ہضم فرمالیا- بجائے اس کے کہ خود جواب دیتے دربھنگی صاحب کے پاس یہ خط روانہ کر دیا جس کے بعد پھر دربھنگی صاحب نے خودساختہ وکالت کا دم بھرتے ہوئے اوراپنے حکیم الامت کی حکمت کی لاج رکھتے ہوئے برائے نام ایک تحریر دعوت مناظرہ کے حوالہ سے لکھ کر اعلیٰ حضرت کے نام بھیج دی، اور معاملہ پھر وہیں کا وہیں آ گیا۔ تھانوی صاحب نہ خط کا جواب دیں نہ وکالت نامہ ارسال کریں اور ہوا خواہ

خود کو وکیل و کیل چلائیں، مجرم تھانوی صاحب اور اذناب واتباع اپنے پیشوا کا جرم اپنے سر لینے پر تلے۔ اور جب ان سے تھانوی صاحب کی وکالت کی سند طلب کی جائے تو دشنام طرازی افترا پردازی پر اُتر آئیں اور فتح فتح چلائیں۔

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے!!!!

اعلیٰ حضرت کو خورجہ دیوبندیوں کا پیغام مناظرہ

قارئین پر یہ بات بخوبی منکشف ہو چکی ہو گی کہ اعلیٰ حضرت نے تھانوی وغیرہ کے اقوال کفریہ کی گرفت فرماکر ان کی تکفیر فرمائی۔ اور اتمام حجت کے طور پر ان کے نام بہت سے خطوط ارسال فرمائے۔ لیکن تھانوی صاحب کے سر پر جوں تک نہ رینگی۔ ایک خط کے جواب کی ہمت بھی نہ جٹا پائے۔ تھانوی صاحب نے ۱۳۱۹ھ سے اب تک اعلیٰ حضرت کے ارسال کردہ کسی بھی خط کا جواب نہیں دیا البتہ اذناب وذرّیات سے اپنے پیشوا کا یہ ذلّت بھرا سکوت دیکھا نہ گیا اور جگہ جگہ سے فتنہ پردازی وریشہ دوانی کا کام جاری رکھا۔

اس مرتبہ خورجہ سے فتنہ نے جنم لیا۔ اور کلن نام کے ایک صاحب جو تھانوی صاحب کے بہت ہی معتقد تھے میدان میں نکل کر آئے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت کے نام ایک تحریر بھیج دی اور اس میں بھی در بھنگی صاحب کو تھانوی صاحب کا وکیل بنا کر پیش کر کے اعلیٰ حضرت کو مناظرہ کی دعوت پیش کی۔ آپ کی بحث چوں کہ اصل پیشواؤں سے تھی ان کے غیر معروف اور بے وقعت اذناب وذرّیات سے نہیں جو تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل تھے۔ ان کی وکالت پر تھانوی صاحب کی کوئی تحریر بھی نہیں تھی جس پر اعتماد کیا جاتا اور اعلیٰ حضرت یوہیں ہر ایرے غیرے کے بلانے پر خورجہ چلے جاتے – یہ جانا بے سود ہوتا۔ مناظرہ کرنے جب اُصول کی ہمت نہیں ہو پارہی ہے تو فروع کی کیا حیثیت؟ پھر بھی اعلیٰ حضرت نے خورجہ کے اس دعوت مناظرہ کے جواب میں ایک خط تھانوی صاحب کے نام لکھا، حالانکہ اس سے قبل بھی کئی خطوط لکھے جا چکے تھے، مگر جواب ندارد۔ خط میں آپ نے اختلاف کے اول روز سے اب تک کی طویل روداد مختصر الفاظ میں

قلم بند فرمائی، تھانوی صاحب اوران کے اکابر واصاغر کی جابجاشکست و فرار کاذکر کیا،ان کی اور ان کے خواہوں کی دھوکہ بازی جعل سازی افترا پردازی کا بھی پردہ فاش کیا۔ مرتضی حسن دربھنگی کے گالی بھرے خطوط واشتہارات کاذکر بھی فرمایا، تھانوی صاحب کوسابقہ مطالبات جواب طلب سوالات کی یاددہانی فرماتے ہوئے خود آکر مناظرہ کرنے کی دعوت بھی پیش فرمائی اور بحالت مجبوری وکیل مستند مع تحریری سند کاسہارالینے کی اجازت بھی عطافرمائی۔ نیز آپ نے خورجہ میں تھانوی صاحب کے مدافعین کی وکالت کی سند تھانوی صاحب سے طلب فرمائی تھانوی صاحب کے نام اعلیٰ حضرت کا یہ گرامی نامہ ''ابحاث اخیرہ'' سے مشہور ہے اس کاکوئی معقول جواب تھانوی صاحب توتھانوی صاحب پوری جماعت سے آج تک نہیں دیا گیااورنہ دیاجاسکتاہے۔ان شاء اللہ۔

ہم اعلیٰ حضرت کا یہ مکمل خط ضرورت کے پیش نظر مکمل من وعن نقل کررہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

نامی نامہ حضوراعلیٰ حضرت بنام تھانوی جی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا وبین قومنا باالحق و انت خیرالفاتحین

الحمد للہ! اس فقیر بارگاہ غالب قدیر عز جلالہ کے دل میں کسی شخص سے نہ ذاتی مخالفت ، نہ دُنیوی خصومت، مجھے میرے سرکار ابد قرار حضور پرنور سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پرمامور فرمایاہے کہ مسلمان بھائیوں کو ایسوں کے حال سے خبر دار رکھوں جو مسلمان کہلا کر اللہ واحد قہار جل جلالہ اور محمد رسول اللہ ماذون ومختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس پر حملہ کریں، تاکہ میرے عوام بھائی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں، ''ان ذیاب فی ثیاب'' کے جبوں ، عماموں ، مولویت، مشیخت کے مقدس ناموں قال اللہ، قال الرسول کے روغنی کلاموں سے دھوکے میں آکر شکار گرگان خوں خوار ہوکر معاذ اللہ سقر میں نہ گریں۔

یہ مبارک کام بحمد المنعام اس عاجز کی طاقت سے بدرجہا خوب تر و فزوں تر ہوا، اور جب تک وہ چاہے گا ہو گا۔ ذلک من فضل اللّٰہ علینا علی الناس والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ اس سے زیادہ نہ کچھ مقصود نہ کسی کی سبّ و شتم اور بہتان و افتراء کی پرواہ میرے سرکار نے مجھے پہلے ہی سنا دیا تھا کہ:

ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم و من الذین اشرکوا اذی کثیراً و ان تصبرو و تتقوفان ذٰلك من عزم الامور۔

بے شک ضرور تم مخالفوں کی طرف سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر صبر و تقویٰ کرو تو وہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

الحمد للّٰہ! یہ زبانی ادعا نہیں۔ بلکہ میری کاروائیاں اس پر شاہد عدل ہیں۔ موافق و مخالف سب دیکھ رہے ہیں کہ امر دین کے علاوہ جتنے ذاتی حملے مجھ پر ہوئے، کسی کی اصلاً پرواہ نہ کی، اصحاب فقیر نے آپ کی طرف کے ہر قابل جواب اشتہار کے جواب دیے۔ جو بحمدہ تعالیٰ لاجواب رہے۔ مگر جناب کے مہذب عالم، مقدس متکل مولوی مرتضیٰ حسین صاحب دیوبندی، چاند پوری کے کمال شستہ و شائستہ دشنام نامے (بریلی چپ شاہ گرفتار) کی نسبت قطعی ممانعت کر دی۔ جس کا آج تک ادھر والوں کو افتخار ہے کہ ہمارا گالی نامہ لاجواب رہا۔ گرامی منش مولوی ثناء اللہ امرتسری ممکن و موجود میں فرق نہ جان سکے، مقدوراتِ الٰہیہ کو موجودات میں منحصر ٹھہرایا۔ علم الٰہی کے نامحدود ہونے میں اپنے آپ کو متامل بتایا اور جاتے ہی رمضان جیسے مبارک مہینہ میں برعکس چھاپ دیا کہ میں ہرا آیا۔ ادھر اس پر بھی التفات نہ ہوا، عاقلاں نکومی دانند، پر اکتفاء کیا، یہاں تک کہ وقائع مکہ معظمہ میں کیسے کیسے معکوس و مصنوع اکاذیب فاجرہ، اخباروں میں کس آب و تاب سے چھپا کیے۔ ہر چند احباب کا اصرار ہوا، فقیر اتنا ہی شائع کرتا کہ یہ جھوٹ ہے، اتنا بھی نہ کیا پھر جب چند ہی روز میں حضرات کے جھوٹ کھل گئے اور واحد قہار کے زبردست ہاتھوں نے ان کے منہ میں پتھر دے دیے، اس پر بھی میں نے اتنا نہ کہا کہ کیسا آپ صاحبوں کا جھوٹ

کھلا۔ ایسے وقائع بکثرت ہیں اور اب جو صاحب چاہیں امتحان فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہو گا۔ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے۔

عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی، میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افتراء کرتے، برا کہتے ہیں، اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بد گوئی، منقبت جوئی سے غافل رہتے ہیں، میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آبائے کرام کی آبروئیں عزت محمد رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے سپر رہیں۔ اللھم آمین۔

(۱) آپ جانتے ہیں اور زمانے پر روشن ہے کہ بفضلہ تعالیٰ سالہا سال سے کس قدر رسائل کثیرہ۔غریزہ آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی صاحب وغیرہ کے رد میں ادھر سے شائع ہوئے اور بحمدہ تعالیٰ ہمیشہ لاجواب رہے۔

(۲) وہ اور آپ صراحۃً مناظرہ سے استعفادے چکے ہے۔

(۳) سوالات گئے، جواب نہ ملے، رسائل بھیجے، داخل ہوئے، رجسٹریاں پہنچیں، منکر ہو کر واپس فرمادیں۔

(۴) اخیر تدبیر کہ جلسہ دیوبند میں ان رئیسوں کے ذریعہ سے جس کا جناب پر بار ہے تحریک کی۔اس پر آپ ساکت ہی رہے۔

(۵) رئیسوں کا دباؤ تھا چار دفعہ وقتی کو وہی چاند پوری صاحب آپ کے وکیل بنے۔ فقیر نے اپنے خط و قلم سے جناب کو رجسٹری شدہ کارڈ بھیجا کہ کیا آپ مناظرہ معلومہ پر آمادہ ہوئے ؟ کیا آپ نے چاند پوری صاحب کو اپنا وکیل مطلق کیا؟ سات مہینے سے زائد گزرے۔ آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ واقعی آمدہ ہوئے ہوتے، واقعی آپ نے وکیل کیا ہوتا، تو وہاں لکھ دینا دُشوار نہ تھا، مردانہ وار اقرار سے فرار نہ ہوتا۔ یہ ہے وہ فرض لایعنی غیر واقع بے معنی معاہدہ جس سے عدول کا ادھر الزام لگایا جاتا ہے۔ سبحان اللہ ! اپنے وکیل بالادعاء

کی وکالت آپ نہ مانیں اور عدول جانب خصم سے جانیں۔
ہاں! جناب تو نہ بولے۔ سولہ (۱۶) دن بعد انہیں آپ کے متوکل صاحب نے لب کھولے کہ ہم جو روساء کے سامنے اپنے منھ آپ ہی دعویٰ وکالت کر چکے ہیں ۔ اور جناب تھانوی صاحب سے دریافت کرنا ذلت و رُسوائی۔ گردن کا طوق، ناپاک چالیں، بے شرمی کے حیلے ہیں۔

(۶) جلسہ ٔ دیوبند کے بعد جناب مولوی گنگوہی صاحب کے ایک شاگرد رشید مولوی علی رضا مودی نے آپ حضرات سے مناظرہ کرنے کی تحریک کی، انہیں فوراً لکھا گیا، یہاں تو برسوں سے درخواست ہے جناب گنگوہی صاحب اپنی راہ گئے، جناب تھانوی صاحب انہیں کی راہ پر مہر برلب ہیں ، آپ ہی ہمت کیجئے اور تھانوی صاحب سے جواب لادیجئے۔ اس کے پہنچتے ہی ان صاحب نے ہمت ہار دی۔

(۷) اذنابِ جناب کے افتراء اعظم پر مسلمانوں نے پانچ سو روپے نقد کا اشتہار دیا اور آپ کو رجسٹری بھیجا، آپ نہ جواب دے سکے، نہ ثبوت۔

(۸) دوسرے اشد افتراء نامہ پر تین ہزار روپے کا اشتہار آپ کو دیا اور رجسٹری بھیجا، اگر تمام جماعت سے کچھ بن پڑتی تو اپنے مدرسہ ٔ دیوبند کے لئے اتنی بڑی رقم نہ چھوڑی جاتی، مگر نہ جواب ممکن ہوا نہ ثبوت، ناچار چارۂ کار وہی سکوت۔

(۹) یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے تو کیا کیجئے؟ کہاں سے لایئے؟ کس گھر سے دیجئے۔ مگر والا جنابا! ایسی صورتوں میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا منہ بند کرتے معاملہ ٔ دین میں ایسی ناگفتنی حرکات پر انہیں لجاتے شرماتے، اگر جناب کی طرف سے ترغیب نہ تھی تو کم از کم آپ کے سکوت نے انہیں شہ دی، یہاں تک کہ انہوں نے ''سیف النقی'' جیسی تحریر شائع کی۔ جس کی نظیر آج تک کسی آریہ یا پادری سے بھی نہ بن پڑی، یعنی میرے رسائل قاہرہ کے اعتراض اُتارنے کا یہ ذریعہ شنیعہ ایجاد کیا کہ میرے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد قدست اسرارہم و

خود حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے طیبہ سے کتابیں گڑھ لیں، ان کے نام بنا لیے، مطبع تراش لئے، فرضی صفحوں کے نشان سے عبارتیں تصنیف کر لیں۔

جس کی مختصر جدول یہ ہے:

نام کتاب تراشیدہ	اسمائے طیبہ مفتری علیہم	مطبع تراشیدہ	صفحہ تراشیدہ	خلاصہ عبارات وصفحہ افتراء
تحفۃ المقلدین	حضرت خاتم المحققین والد ماجد	مطبع صبح صادق سیتاپور	۱۵	تعریف گنگوہی صاحب صفحہ ۳
ہدایۃ البریہ	حضرت خاتم المحققین والد ماجد	مطبع لاہور	۱۳	مسئلہ علم غیب ص ۱۱
ہدایۃ البریہ	حضرت خاتم المحققین والد ماجد	مطبع لاہور	۱۴	تبدیل گورستان صفحہ ۲۰
ہدایۃ الاسلام	حضرت جد امجد قدس سرہ	مطبع صبح صادق سیتاپور	۳۰	
تحفۃ المقلدین	حضرت جد امجد قدس سرہ	لکھنؤ		مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی صاحب، ۱۱
خزینۃ الاولیاء	اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ	کانپور		تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب ۲۰
ملفوظات	اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ	مصطفائی		مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی صاحب

				،۱۱، تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب ۲۰
مرأۃ الحنفیۃ	حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم علیہ الرحمہ	مصر		مسئلہ علم غیب ص ۱۴

اور بے دھڑک لکھ دیا کہ تم یہ کہتے ہو اور تمہارے اکابر ان کتابوں، ان مطابع کی مطبوعات میں ان صفحات پر یوں فرماتے ہیں حالانکہ نہ ان کتابوں کا جہان میں وجود، نہ ان مطابع خواہ کسی مطبع میں چھپی، نہ ان حضرات نے تصنیف فرمائیں۔ نہ حوالہ دہندہ نے فرض وتراش کے باہر آئیں، جرأت پر جرأت یہ کہ ص ۲۰ پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ سے ایک فتویٰ گڑھا، اس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہ کی مہر بھی دل سے تراش لی جس میں ۱۳۰۱ھ لکھے حالانکہ حضرت والد کا وصال شریف ۱۲۹۷ھ ہو چکا۔ حضرات کی حیا یہ گندہ افترائی رسالہ جناب کے مدرسہ دیوبند سے شائع ہوا۔ صاحب مطبع کا بیان ہے کہ آپ کے ایک متکلم مصنف مولوی صغیر حسن صاحب دیوبندی نے چھپوایا۔ آپ کے وکیل مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی نے اپنے ایک خط میں اسے افتخاراً پیش کیا ''تحریر میں بھی اب اس کی حقیقت دیکھنی ہے، ''سیف النقیٰ'' طبع ہو چکا ہے، ملاحظہ سے گزرا ہو گا''۔

جب حیاء وغیرت دین و دیانت و عقل و انسانیت کی نوبت یہاں تک مشاہدہ ہوئی۔ ہر ذی فہم نے جان لیا کہ بحث کا خاتمہ ہو گیا، حضرات سے مخاطبہ کسی عاقل کا کام نہ رہا۔ الحمد للہ کتب و رسائل فقیر تو چھتیس (۳۶) سال سے لاجواب ہیں، اصحاب و احبابِ فقیر کے رسائل بھی بعونہٖ تعالیٰ عز جلالہ لاجواب ہی رہے۔ ادھر کے تازہ رسائل ظفر الدین الطیب و کین کش پنجہ پیچ و بارش سنگی و پیکان جان گداز و العذاب البئیس اور ضروری نوٹس و نیاز نامہ و کشف راز و اشتہار چہارم، اشتہار پنجم اشتہار ہفتم و ہشتم ہی ملاحظہ فرمائیے،

کس سے جواب ہو سکا؟ ان کے اعتراضوں، مواخذوں و مطالبوں کا کس نے قرض ادا کیا بات بدل کر ادھر اُدھر کی مہمل، لچر اگر ایک آدھ پرچے میں کسی صاحب نے کچھ فرمائی، اس کا جواب فوراً شائع ہوا کہ پھر ادھر مہر سکوت لگ گئی والحمد للہ رب العالمین،

مگر آپ کی ہر تدبیر حضرات کو ایسی سوجھی، جس کا جواب ایک میں اور میرے اصحاب کیا تمام جہان میں کسی عاقل سے نہ ہو سکے، غریب مسلمان اتنی حیا و غیرت، ایسی بے تکان جرأت، اتنی بے باک طبیعت کہاں سے لائیں کہ کتابیں کی کتابیں دل سے گڑھ لیں، ان کے مطبع دل سے تراش لیں، ان کی عبارتیں ڈھال لیں اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سر بازار چھاپ دیں کہ فلاں چھاپے کی فلاں کتاب فلاں صفحہ پر جناب گنگوہی صاحب نے لکھا ہے کہ تھانوی صاحب کافر ہے، فلاں مطبع کی فلاں کتاب فلاں صفحہ پر فلاں سطر پر مولوی تھانوی صاحب نے فرمایا ہے کہ گنگوہی صاحب مرتد ہیں جو اتنا ہولے وہ حضرات سے مخاطبہ کا نام لے اور واقعی سو اس طریقہ کے اور کر ہی کیا سکتے ہیں کہ حضرات چھتیس (۳۶) سال کے کتب و رسائل کے بارے سبکدوش ہوتے۔

الحمد للہ! حق تمام جہان پر واضح ہو لیا اور ہر عاقل اگرچہ مخالف ہو، خوب سمجھ گیا کہ کس نے مناظرہ سے برسوں فرار کیا؟ کس نے ہر بار مقابلہ و جواب کا انکار کیا؟ کون اتنا عاجز آیا کہ حیا و انسانیت کا یکسر پردہ اٹھایا؟ اور مرتا کیا نہ کرتا کہہ کر کہ اس طرفہ چال پر آیا جو آج تک کسی کھلے منکر اسلام کو بھی اسلام کے مقابل نہ سوجھی۔

مسیلمہ ملعون نے جواب قرآنِ عظیم کے نام سے وہ کچھ خباثتیں، ہزل، فحش لغو، جہالتیں بکیں، مگر یہ اسے بھی نہ بن پڑی تھی کہ کچھ آیتیں سورتیں گڑھ کر قرآن عظیم ہی کی طرف نسبت کر دیتا کہ مسلمانو! تم تو یوں کہتے ہو اور تمہارے قرآن میں یہ لکھا ہے۔ یہ خاتمہ کا بند، اس اخیر دور میں مدرسۂ عالیہ دیوبند اور اس کے ہوا خواہوں ہی کا حصہ تھا، بیں ہمہ آپ کے بعض بے چارے نافہم عوام یہ امید کئے جاتے ہیں کہ آپ مناظرہ فرمائیں گے، اس کے متعلق اب تازہ شگوفہ نے خورجہ سے خروج کیا ہے جو آپ کے کسی خلیفہ کلن

صاحب کا کھلایا ہوا ہے، اگرچہ یہاں صدہا بار کا تجربہ ہے کہ آپ نہ بولیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں لکھ کر چھاپنی تھیں وہ چھاپ چکے اور بار بار چھاپی جا رہی ہیں۔ اس پر مسلمانانِ عرب و عجم مطالبہ کریں آپ کو کیا غرض پڑی ہے کہ جواب دیں۔ کتنی بار کو آپ سے مطالبے ہوئے، جواب غائب۔ جلسۂ دیوبند میں خط بھیجا جواب غائب، تصدیق وکالت کے لئے رجسٹری گئی، جواب غائب، آپ کے یہاں کے شاگرد مودی ہیں ان کو متوسط کیا جواب غائب، جناب شیخ بشیر الدین وغیرہ روسائے میرٹھ کو متوسط کیا جواب غائب، جب اپنے آقایان نعمت کی وساطت پر بھی آپ نے جواب نہ دیا۔ تو اب خورجہ والے آپ کو بلوالیں۔ یہ امید موہوم۔

بہت اچھا ہزار گنا بھول گئے۔ ایک بار پھر سہی۔ آپ کے معتقدین خورجہ نے آپ حضرات کے اقوال سے ناتجربہ کاری یا اپنی سادگی سے لکھ دیا کہ جو صورت یہ فقیر بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسند کرے، منظور ہے، بہت خوب ادھر سے کتنی بار اُصول واہم شرائط مناظرہ کی تصریح ہوچکی اور تعین مباحث کی تو گنتی نہیں۔

فقیر نے جو خط جلسۂ دیوبند میں بھیجا۔ اس میں بھی ان کی یاد دہانی تھی۔ ”ظفر الدین الطیب“ و”ضروری نوٹس“ ملاحظہ ہو اور ان سوالوں کا جواب صاف صاف خاص اپنے قلم و مہر و دستخط سے عطا ہو۔ تمام اشتہاروں تمام مطالبوں میں اگرچہ آپ کو کافی وافی مہلتیں دیں اور ہمیشہ بے کار گئیں کہ آپ تو اپنے ارادوں جیتے جی مہلت لیے ہوئے ہیں، پھر ربط و ضبط کے لئے تعیین دن لازم ہے۔ سوالات کچھ غور طلب نہیں، تھوڑی سی عقل والا بھی ان پر فوراً ہاں یا نہ کہہ سکتا ہے۔ مگر بلحاظ استعداد جناب شرعی مہلت کی ابلاغ اعذار کے لئے معین ہے، پیش کش روز وصول خط سے تین دن کے اندر ہر سوال کا معقول جواب صاف صریح تحریری مہری عنایت ہو، یہ آخری بار ہے، اس دفعہ بھی پہلو تہی فرمائی۔ تو جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس میں ملایا، انہیں میں آپ کو ملا دینے کی ہمارے لئے اجازت ہو۔

استفسارات

۱۔ توہین و تکذیب خدا اجل جلالہ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے الزامات قطعیہ، جو مدتوں سے آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی ونانوتوی صاحبان پر ہیں، کیا آپ ان میں اس فقیر سے مناظرہ پر آمادہ ہیں یا ہونا چاہتے ہیں۔

۲۔ کیا آپ بحالت صحت نفس وثبات عقل بطوع ورغبت بلا جبر واکراہ اقرار فرماتے ہیں کہ "حسام الحرمین" و "تمہید ایمان" و "بطش غیب" وغیرہا کے سوالات و اعتراضات کا جواب بالمواجہ مہری و دستخطی دیتے رہیں گے۔ یوہیں ان جوابات پر جو سوالات وردپیدا ہوں ان کا یہاں تک کہ مناظرہ انجام کو پہنچے اور بفضلہ تعالیٰ حق ظاہر ہو۔

۳۔ کیا آپ اسی قدر پر اکتفاء فرمائیں گے یا حسب تدبیر مذکور "ظفر الدین الطیب" اس کے بعد "سبحٰن السبوح" و "کوکب شہابیہ" وسل السیوف" وغیرہا میرے رسائل کے مطالبات سے اپنے اکابر گنگوہی صاحب و اسمعیل دہلوی صاحب کو سبکدوش کریں گے۔

۴۔ اگر آپ اپنے ہی اقوال کے ذمہ دار ہوں اور اپنے اکابر جناب گنگوہی صاحب و نانوتوی و دہلوی صاحبان پر سے دفع کفر وضلال کی ہمت نہ فرمائیں تو اتنا ارشاد ہو کہ یہاں دو فریق ہیں: اول مسلمانان اہل سنت عرب و عجم۔ دوم: صاحبان مذکور گنگوہ ونانوتہ و دہلی مع الاتباع والاذناب و من یلی، جناب اگر فریق اول سے ہیں تو الحمد للہ ذٰلك ما کنا نبغی" تحریر فرما دیجئے کہ میں جنابان گنگوہی و نانوتوی و دہلوی سے بری ہوں ۔ وہ اپنے اقوال کفر وضلالت و توہین و تکذیب رب ذو الجلال و محبوبِ ذی الجمال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے باعث ویسے ہی ہیں جیسا ان کو علمائے حرمین" وغیرہ ہما میں لکھا ہے۔ اس وقت بلا شبہ ان کے اقوال کا مطالبہ آپ سے نہیں ہو سکتا بلکہ آپ خود بھی ان کے اتباع و اذناب سے مطالبہ و

مواخذہ میں شریک ہوں گے اور اگر جناب فریق دوم سے ہیں تو ان کے اقوال خود آپ کے اقوال ہیں پھر جواب مطالبات سے پہلو تہی۔کیا معنی؟ اور ظاہر اس کا مظنہ نہیں کہ جناب فریقین سے جدا ہو کر کسی تیسرے طائفہ مثلاً رافضی و خارجی قادیانی، نیچری وغیرہا میں اپنے آپ کو گنیں اور بالفرض ایسا ہو تو اس کی تصریح فرمادیجئے یوں بھی اس مطالبہ سے آپ کو برأت ہے۔

۵۔ کیا واقعی آپ نے اپنے یہاں کے متکلم اکبر چاند پوری صاحب کو جلسہ دیوبند میں مناظرہ مذکورہ کے لئے اپنا وکیل مطلق و مختار عام کیا تھا یا انہوں نے محض جھوٹ مشہور کر دیا بر تقدیر اول کیا سبب کہ اسی کی تصدیق کے لیے جو کارڈ رجسٹری شدہ گیا آج جناب کو آٹھواں مہینہ ہے کہ جواب نہ دیا۔

۶۔ وہ آپ نے وکیل کیا یا چاند پوری خود بن بیٹھے؟ بہر حال آپ سے اس کی تصدیق چاہنا ویسا ہی جرم اور انہیں مہذب خطابوں کا مستحق ہے جو چاند پوری صاحب نے تحریر فرمائے۔ یا ان کا زعم محض ہذیان و مکابرہ و بے عقلی و جنون و زبان درازی و دریدہ دہنی؟ بر تقدیر اول شرع، عقل، عرف کس کا قانون ہے کہ زید جو محض اپنی زبان سے وکیل عمرو ہونے کا مدعی ہو اسی قدر سے اس کی وکالت ثابت ہو جائے جو تصرفات وہ عمرو کے مال و اہل میں کرے، نافذ و تام قرار پائیں، اگرچہ عمرو ہرگز اس کی توکیل کا اقرار نہ دے۔ بر تقدیر ثانی کیا ایسا شخص کسی عاقل کے نزدیک قابل خطاب علوم خصوصاً مسائل اصولِ دینیہ بلا سکتا ہے یا مردود و مطرود و نالائق مخاطبہ ہے۔

۷۔ ”سیف النقی“ کی نسبت بھی ارشاد ہو، آخر آپ بھی اللہ واحد قہار جل جلالہ کا نام تو لیتے ہیں، اسی واحد قہار جبار کی شہادت سے بتایئے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علما ناظرین کر رہے ہیں صاف و صریح ان کے عجز کامل اور نہایت گندے حملہ بزدل کی دلیل روشن ہیں یا نہیں!

۸۔ جو حضرات ایسی حرکات اور اتنی بے تکلفی اختیار کریں، جو ان کو چھپوائیں، بیچیں، بانٹیں، شائع و آشکار کریں، جو ان کو پیش کریں، حوالہ دیں، ان پر افتخار کریں، جو اُمور مذکورہ کو روا رکھیں، ترک انسداد و انکار کریں، کسی عاقل کے نزدیک لائق خطاب ٹھہر سکتے ہیں یا صاف ظاہر ہو گیا کہ مناظرہ کا جھوٹا نام لینے والے بے روح پھڑکتے، بے جان سسکتے ہیں۔ لایموت فیھا ولا یحیٰ۔

۹۔ اسی واحد قہار جلیل الاقتدار جل جلالہ کی شہادت سے یہ بھی بتا دیجیے کہ وہ رسالہ ملعونہ جو خاص جناب کے مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہو رہا ہے اور جس کے آخر میں آپ کے دیوبندی مولوی صاحب کا اعلان لکھا ہے کہ ”بندہ کی معرفت رسالہ ”سیف النقی علی راس الشقی“ بھی مل سکتا ہے۔ قیمت ۲۰/ اور مولانا محمد اشرف علی صاحب وغیرہ بزرگان دین کی جملہ تصانیف بھی مل سکتی ہیں۔ راقم بندہ اصغر حسین عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور“۔

اس اشاعت کی آپ کو اطلاع تو ظاہر مگر اس میں آپ کا شوری نہیں، آپ کی شرکت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کی رضا و رغبت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کو سکوت، اور اس سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ نے کیا انسداد کیا اور اس میں اپنی قدرت صرف کی یا بے پروائی برتی؟ بر تقدیر اول اثر کیوں نہیں ہوتا بر تقدیر ثانی یہ بھی نیم اجازت ہے یا نہیں؟

۱۰۔ اسی عزیز مقتدر منتقم متکبر عز جلالہ کی شہادت سے یہ بھی حسبۃً للہ فرما دیجیے کہ بات و مقالات جو ”ظفر الدین الجید“ تا ”اشتہار ہشتم“ از نامۂ حاضرہ مسمی بہ ”ابحاث اخیرہ“ میں مذکور ہوئے۔ سب حق و صواب ہیں یا ان میں کون سا خلاف واقع ہے اور جب سب حق ہیں تو مناظرہ کا طالب کون رہا اور برابر فرار بر فرار، گریز در گریز کس نے قرار کیا۔ بینوا توجروا۔

رب احکم بالحق ربنا الرحمٰن المستعان علی ما تصفون

جناب مولوی تھانوی صاحب! یہ دس سوال ہیں، صرف واقعات یا آپ کے ارادہ وہمت سے استفسار یا صاف واضحات، جن کا جواب ہر ذی عقل پر آشکار، بایں ہمہ جواب میں جناب کو تین دن کی مہلت دی گئی، اگر جناب کے نزدیک یہ بھی کم ہے تو بے تکلف فرما دیجیے۔ آپ جس قدر چاہیں فقیر توسیع کرنے کو حاضر ہے۔ مگر جواب خود دیجیے، اب وکالت کا زمانہ گیا۔ آپ کے وکلاء کا حال کھل گیا، مدتوں جناب کو اختیار تو کیل دیا کہ آپ گھبراتے ہیں، تو جسے چاہیے اپنے مہر و دستخط سے اپنا وکیل بنائیے، بار بار رسائل واشتہار میں اس کی تکرار کی۔ مگر آپ نے خاموشی ہی اختیار کی اور بالآخر چاند پوری صاحب محض بزور زباب خود بخود آپ کے وکیل بنے۔ جس کا انجام وہ ہوا کہ آپ عالم نہیں؟ کیا آپ وضوحِ حق نہیں جانتے؟ کیا آپ ان کلمات کے قائل نہیں؟ کیا آپ پر خود اپنا تبریہ لازم نہیں؟ دوسروں کا سہارا چھوڑیے اور اللہ کو مان کر تحقیق حق سے منھ نہ موڑیے۔ حیرانی پریشانی میں عوام کا دم نہ توڑیے۔ ہاں! ہاں! آپ سے مطالبہ ہے، آپ پر مواخذہ ہے، جواب دیجیے اور آپ دیجیے، اپنے قلم و خط سے دیجیے، اپنے مہر و دستخط سے دیجیے، ورنہ صاف انکار کر دیجیے، عوام کی چپقلش تو جائے۔ حق اہل فہم پر ظاہر ہو چکا ہے، آپ کے ان معتقدین پر بھی وضوح پائے۔ پھر ان میں جسے توفیق عطا ہو ضلالت چھوڑ کر ہدیٰ پر آئے۔

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم وحسبنا اللہ تعالیٰ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم- وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا وناصرنا محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

آج بستم ذی القعدہ ۱۳۲۸ھ روز چہار شنبہ کو فقیر نے خود لکھا اور میرے مہر و دستخط سے امضاء ہوا وللہ الحمد"

[ابحاث اخیرہ، ص ۱ تا ۱۳ مطبوعہ رضا اکیڈمی،

کلیات مکاتیب رضا، ج ۱ ص ۱۶۷ تا ۱۷۹]

اعلیٰ حضرت کے اس خط کے جواب میں تھانوی صاحب یاان کے اذناب میں سے کسی نے کوئی تحریر نہیں بھیجی جو تھانوی صاحب اوران کے ہو اخواہوں کی فراراوراعلیٰ حضرت کی حقانیت کاواضح ثبوت ہے۔

☆☆☆☆☆

سرگزشت مناظرہ مرادآباد

سرزمین مرادآباد جسے علامہ کافی جیسے بطل جلیل مجاہد آزادی اہل سنت کے عظیم مفتی و مفکر اور صدرالافاضل مفسر اعظم قائد اعظم علامہ سید نعیم الدین صاحب کے وطن ہونے کا شرف حاصل تھا جو اہل سنت کا گہوارہ تھا- دیوبندی مکتب فکر نے وہاں بھی اپنے خودساختہ دین کی اشاعت اور اہل سنت کے برخلاف ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور ان کے لئے یہ ضروری بھی تھا کیوں کہ یہاں ان کے ناپاک مذہب کی دیواریں متزلزل ہوتی نظر آرہی تھیں، یہاں آئے دن ان کے مذہب کی قلعی کھلتی جارہی تھی ان کے عقائد کفریہ وباطلہ سے ہر پڑھا لکھا آگاہ ہوچکا تھا اور ہر خاص وعام پر ان کی حقیقت طشت ازبام ہوتی جارہی تھی۔ آئے دن ہر دینی ماحول سے وابستہ محفلوں میں انہیں مباحث کو موضوع گفتگو بنایا جارہا تھا اور اہل سنت کی جانب سے دیابنہ کی کفریہ عبارتوں کو اشتہار کی شکل میں انعامات کے اعلان کے ساتھ پیش کیا جارہا تھا جس کے جواب میں مخالف جماعت لاجواب ہوگئی تھی اور اس کا سکوت اہل سنت کی حقانیت کا اعلان کررہا تھا۔ حسام الحرمین کی صداقت کا ہر کس وناکس معترف تھا۔

مرادآباد میں مولوی در بھنگی کی شرافشانی اور علمائے اہل سنت کا رد عمل

لہذا دیوبندی مکتبہ فکر نے یہاں بھی اپنے اسی سرخیل مجاہد مولوی مرتضی حسن در بھنگی کو اپنی جماعت کی خدمت اکابر کی بے جاحمایت کے لئے مامور کیا جنہیں دشنام طرازی، افتراپردازی، جعل سازی، میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ یہاں موصوف نے بے سوچے سمجھے کام کا آغاز کیا اور سرزمین مرادآباد پر اہل سنت کے اشتہارات کے جواب میں ایک اشتہار نوہزار انعام کے اعلان کے ساتھ شائع کر دیا- اشتہار کیا تھا بس 'مارے گھٹنا پھوٹے سر' اور سوال دیگر جواب دیگر کی منھ بولتی تصویر تھا۔ علاوہ ازیں اہل سنت کی ہیبت

اتنی طاری تھی کہ اشتہار ۱۶/ ذیقعدہ کو چھپ گیا مگر اس کی اشاعت کی ہمت نہ ہو سکی اور پھر جیسے تیسے سینے پہ پتھر رکھ کے ۱۰/ ذی الحجہ کو وہ اشتہار شائع کیا گیا۔ جیسے ہی یہ اشتہار علمائے اہل سنت کے مبارک ہاتھوں میں پہنچا، تیسرے روز ہی اس کا ایک جواب علمائے اہل سنت مرادآباد کی جانب سے اور دوسرا جواب عالم اہل سنت مولانا عبدالغنی رامپوری کی طرف سے لکھ کر ان تک پہنچا دیا گیا اور ان سے انعام کا مطالبہ رکھا گیا کہ آؤ اپنے اکابر کے کفر پر ثبوت دیکھو اور نو ہزار روپے پیش کرو! جس کا تم نے دعوی کیا ہے۔ مگر ''الحق یعلوا ولا یعلی'' تین مہینے تک مخالف جماعت کی جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ ہوتا بھی کیسے کہ جب جماعت کا سرخیل سپاہی بھی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا یعنی مولوی دربھنگی بھی راہ فرار اختیار کر چکے تھے۔ مولانا عبید المغنی جو اس واقعہ کے چشم دید گواہ تھے -وہ اس واقعہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''اہالی گنگوہ و دیوبند وانبیٹھہ و تھانہ بھون نے عرصہ ۳۶ سال سے حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مدظلھم الاقدس کے سوالات واعتراضات سے عاجز آکر..... بحکم مرتا کیا نہ کرتا اپنے یہاں سے فاضل اجل مولوی مرتضی حسن دربھنگی کو جوابات سے جان بچانے فضول باتوں میں وقت گنوانے رسائل واشتہارات کے جواب میں اکابر اہل سنت کو برا کہنے گالیاں پھنٹانے کے لئے مستعد کیا۔ فاضل اجل صاحب اگرچہ اپنے اکابر سے بھی بڑھ کر علم سے عاری تھے مگر کمال حیاداری وبیباک شعاری و فحش نگاری ودشنام باری میں بھی ان پر چڑھے بڑھے تھے اور خاص اسی علت سے چھانٹے گئے اذناب وذرّیات تھانوی صاحب کے افتراؤں پر جو اہل سنت نصرھم اللہ تعالیٰ نے پانچ سو اور تین ہزار کے اشتہار دیے جنہوں نے بفضلہ تعالیٰ کذابوں کے منہ میں پتھر کی جگہ کوہ گراں بار دیے۔

دربھنگی صاحب کو بھی زکام ہوا؛ ع اوکند کز مر دبیند دم بدم

مگر ع فرق راکے بیند آں استیزہ

جو آپ نے بھی ایک نو ہزاری اشتہار دھر گھسیٹا جس کا حاصل یہ کہ جو عبارات ان کے خصم

نے ان کے اکابر کی مطبوعہ کتابوں سے بحوالہ صفحہ نقل کیں جن پر علماے حرمین شریفین نے ان کے اکابر کی صاف تکفیریں کیں ان کو تو رہنے دو- ہم جو الفاظ خصم کی کتاب سے نوٹ کرلیں وہ ہمارے اکابر کی کتابوں میں دکھادو تو ہمارے یہاں دولت بھری ہے اتنی تمھیں دیں گے اوراس بے معنی بیہودہ مطالعہ پر بھی ڈرپوکی کی حالت یہ کہ اس نے بقول خود ۱۶؍ذی القعدہ کو چھپوایا مگر گھر میں چھپا رکھا کہ دو ہفتہ کی جو مہلت دی ہے وہ گھر کی گھر میں گزار لیں۔ ۱۰؍ذی الحجہ کو عید گاہ میں اسے شائع کیا- یہاں سے تیسرے ہی دن جواب آگیا کہ سچے ہوں تو ایک ماہ کے اندر نو ہزار تحصیل بریلی میں جمع کر دیں اور ہمارے دعووں کا ثبوت دیکھیں مگر آج تین مہینے ہو گئے نہ روپے جمع کیے، نہ ثبوت دیکھا۔ دربھنگی صاحب کو دوسرا جواب مولوی عبدالغنی صاحب رامپوری نے دیا کہ آپ سچے ہوں تو نو ہزار روپے لیتے آیئے اور میز پر چن کر ہم سے ثبوت لیجئے مگر دربھنگی صاحب اپنے اشتہار کی حقیقت جانتے تھے کس منہ سے سامنے آتے یا مظہر العجائب دربھنگی مع گنگوہی غائب۔"

[دافع الفساد عن مرادآباد، ص ۲،۱]

اخبار 'مخبر عالم' سے روداد واقعہ

مرادآباد کے مشہور اخبار مخبر عالم میں مضمون بالا کا خلاصہ کچھ اس طرح درج ہے:

"علماے دیوبند وغیرہ سے بریلوی علما کا یوں تو ایک عرصہ سے اختلاف چلا آتا تھا اور ایک دوسرے کے خلاف تکفیر کے فتوے شائع کر رہا تھا۔ طرفین سے کتابیں تصنیف کی جارہی تھیں، لیکن حال میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جو علماے مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے دستخطی فتاوے علماے دیوبند و تھانوی وغیرہ کے خلاف چھپوا کر شائع کیے، اس سے ایک تازہ جوش بڑھ گیا اور مناظرہ باہمی کے علماے دیوبند وغیرہ کی طرف سے چیلنج دیے گئے -ایک اشتہار ہزار کے انعام کی سرخی سے تقسیم کیا گیا جس میں بعض کتب کی عبارتوں کی اصلیت معلوم کی گئی اور مولوی صاحب موصوف یا ان کے طرف داران

سے جواب چاہا گیا تھا۔ ایک اشتہار میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کی عادات و خصائل کا تذکرہ کر کے ان کے حالات سے پبلک کو آگاہ کیا گیا تھا لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب یا ان کے طرف داران کی طرف سے اب تک کوئی اشتہار کسی قسم کا دیکھنے میں نہیں آیا۔"

[اخبار مخبر عالم، جلد ۹، یکم / مارچ ۱۹۱۱ء]

دیوبندی مولوی ابراہیم کی چیرہ دستیاں اور صدر الافاضل

'رسی جل گئی بل نہیں گئے' کے مصداق چند دنوں کے سکوت کے بعد پھر مخالف جماعت نے اپنا تانا بانا ٹھیک کرنے کے لئے مولوی ابراہیم کو اپنی جماعت کا نمائندہ بنا کر مراد آباد بھیج دیا مولوی صاحب نے پہنچتے ہی علماے اہل سنت کے خلاف زہر افشانی شروع کر دی۔ مراد آباد کی جامع مسجد میں اور جابجا علماے اہل سنت خصوصاً حضور اعلیٰ حضرت کے خلاف نیز حفظ الایمان کے دفاع اور حسام الحرمین کی تردید میں بیان کرنا شروع کر دیے۔ علماے اہل سنت کو چیلنج کرنا شروع کر دیا کہ آؤ ثبوت پیش کرو! اور اپنا انعام لے جاؤ۔ شدہ شدہ جب یہ خبر حضور صدر الافاضل کو پہنچی تو حضرت فوراً ثبوت دینے کے لئے آمادہ ہو گئے اور مولوی صاحب کے پاس دلائل و شواہد پر مبنی تحریر روانہ فرما دی، جانب مخالف سے بھی جواباً تحریر بھیجی گئی۔ مولانا عبید المغنی آگے لکھتے ہیں:

"آخر گزشتہ ہفتہ میں مولوی ابراہیم صاحب ولد مولوی محمد حسین صاحب تبتی فقیر وارد ہوئے اور علی الاعلان اپنے وعظوں میں کہا کہ کہاں ہیں ثبوت دینے والے حضرات آئیں ثبوت دیں ہم نو ہزار (۹۰۰۰) دیے دیتے ہیں۔

مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کو جب خبر پہنچی تو وہ ثبوت دینے کو مستعد ہوئے اور آپس میں تحریرات شروع ہو گئیں" [دافع الفساد عن مراد آباد ص، ۲]

مزید مخبر عالم کی خبر بھی ملاحظہ ہو اخبار لکھتا ہے:

"مولوی محمد ابراہیم صاحب دہلوی نے جب مراد آباد آکر جابجا اپنا وعظ کہنا شروع کیا تو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مطبوعہ فتاوی کی بھی کچھ نہ کچھ تردید بیان کرنا شروع

کی، جس پر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے معتقدین کی طرف سے کچھ رقعہ بازی شروع ہوئی۔ اس پر مولانا موصوف نے ۲۴/ فروری کو جامع مسجد مراد آباد میں اپنے اور علماے دیوبند اور ان کے جملہ شاگردان کی طرف سے وہی خیالات ظاہر کیے جو ایک مقلد شخص کے ہوتے ہیں اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تحریروں کو غلط ثابت کیا چونکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا بھی اصل منشا یہی پایا جاتا ہے کہ وہ کتب جس میں کہ بعض عبارات خلاف تقلید درج ہیں -خارج کی جائیں اور عقائد درست کیے جائیں -وہ خواہش اس وعظ سے حاصل ہوگئی تھی اور مولوی محمد ابراہیم صاحب موصوف نے صاف طور پر ہر ایک قابل اعتراض امر سے انکار کر دیا تھا۔ اس وعظ کے بعد امید تھی کہ یہ قدیمی جھگڑا طے ہو گیا اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ہی کوشش کسی نہ کسی درجہ مفید اور کامیاب ثابت ہوئی۔"

[اخبار مخبر عالم، جلد۹، یکم/مارچ ۱۹۱۱ء]

یہ اختلافی سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ اس واقعہ کی خبر بریلی پہنچ گئی؛

دیوبندی مولوی ابراہیم سے علماے اہل سنت کی ملاقات

بریلی سے علامہ ظفر الدین صاحب مولانا فاروق احمد المعروف بہ محمد رحم الٰہی اور مولانا عبید المغنی صاحب مراد آباد تشریف لے آئے اور براہ راست مولوی ابراہیم سے ملاقات کی۔ مولانا ظفر الدین صاحب نے مولوی ابراہیم سے کہا کہ جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ ثبوت دیکھنے اور نو ہزار روپے دینے کو تیار ہیں تو جناب یہ کوئی مولانا نعیم الدین صاحب اور مولوی در بھنگی کا ذاتی مناظرہ تو ہے نہیں کہ انہیں تک محدود رہے، یہ مذہبی مناظرہ ہے ہر شخص اس میں مخل ہونے کا اختیار رکھتا ہے۔ اگر آپ مولوی در بھنگی کی طرف سے نو ہزار روپے دینے کو تیار ہیں تو ہم بھی مولانا صاحب کی طرح لینے کو تیار ہیں۔ جواباً مولوی ابراہیم بولے کہ دراصل یہ مناظرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ہے اس لئے جو فائدہ ان دونوں حضرات کے درمیان باہم مناظرہ کرنے

سے ہو گا وہ ہماری گفتگو و مباحثہ سے نہیں ہو سکتا۔ مولانا ظفر الدین صاحب نے فرمایا:
کہ اگر مولوی اشرف علی تھانوی مناظرہ کو تیار ہو جائیں تو اس سے بہتر کیا ہو گا۔
مولانا عبید المغنی فرماتے ہیں:
"جب یہ خبر بریلی پہنچی تو فقیر بارگاہ قدیر ہمراہ رکاب استاذی جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری و جناب مولانا مولوی فاروق احمد عرف مولوی محمد رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ اہل سنت بریلی مراد آباد پہنچے۔ مولانا ممدوح نے ایک مختصر تمہید کے بعد مولوی ابراہیم سے فرمایا کہ مولانا نعیم الدین صاحب کا جو مطالبہ مولوی مرتضی حسن صاحب سے ہے، میں نے سنا ہے کہ آپ نو ہزار دینے اور ثبوت دیکھنے پر مستعد ہیں اگر ایسا ہے تو بسم اللہ میں اسی لیے بریلی سے حاضر ہوا ہوں، اس لئے کہ مولانا نعیم الدین صاحب اور مولوی مرتضی حسن صاحب کا ذاتی مناظرہ تو ہے نہیں کہ انہیں دونوں تک محدود رہے، یہ تو مذہبی مناظرہ ہے جس طرح آپ در بھنگی صاحب کی طرف سے روپے دینے پر آمادہ ہیں میں مولانا نعیم الدین صاحب کی طرح لینے کو تیار ہوں"
[دافع الفساد عن مراد آباد، ص، ۲]

اعلیٰ حضرت کو دعوت مناظرہ تحصیل حاصل

مولوی ابراہیم نے کہا کہ آپ مولانا احمد رضا کو مناظرہ کے لئے آمادہ کیجئے اور میں اشرف علی تھانوی کو۔ مولانا رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مناظرہ کے لئے کہنا اور انہیں اس پر مستعد کرنے کے لئے بریلی جانا تحصیل حاصل ہو گا، کیوں کہ وہ تو ہمیشہ سے مناظرہ کو تیار ہیں۔ آپ مولوی اشرف علی تھانوی کو تیار کیجئے۔ مولانا ظفر الدین صاحب نے مولانا کی بات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت تو مولوی اشرف علی تھانوی کے پاس برابر مناظرہ کے خطوط روانہ فرما رہے ہیں، ابھی گزشتہ مہینوں میں کئی خطوط روانہ فرمائے ہیں۔ آخر کار اس مکمل بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولوی ابراہیم اور مولانا ظفر الدین صاحب کے مابین ایک معاہدہ طے پایا۔

مولانا عبید المغنی لکھتے ہیں:

”اس پر مولوی ابراہیم صاحب نے کہا یہ تو ٹھیک ہے مگر اصل میں یہ مناظرہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ہے ان دونوں صاحبوں کے مناظرہ کر لینے سے جو فائدہ ہو گا ہم لوگوں کی گفتگو سے نہیں۔ اس لئے کہ ان دونوں صاحبوں کا جو اثر اپنے اپنے معتقدین پر ہے ہم لوگوں کا نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب مناظرہ کے لئے مستعد ہو جائیں تو اس سے کیا بہتر؛ یہاں تو برسوں سے یہی تمنا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آپ بریلی جا کر مولانا کو مستعد کیجئے اور میں مولانا اشرف علی صاحب کو۔ اس پر مولانا رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ ان کو مستعد کرنے کی غرض سے جانا تو تحصیل حاصل ہے، وہ تو ہمیشہ سے مستعد ہیں، مولوی اشرف علی صاحب کو مستعد کیجئے۔ مولانا صاحب نے مولانا رحم الٰہی صاحب کی تائید کی اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت تو برابر مناظرہ کے خطوط تحریر فرما رہے ہیں۔ اب تازہ خطوط میں ایک ۱۴ر ربیع الآخر کو بھیجا، دوسرا بنام تاریخی ابحاث اخیرہ ۲۰ر ذی القعدہ کو، پھر تیسرا خط اسی پنج شنبہ کے دن ان کے پاس بھیجا ہے، مگر وہ تو کسی کا جواب ہی نہیں دیتے۔ اس پر فریقین میں ایک معاہدہ لکھا گیا۔“

[مرجع سابق، ص۳،۲]

اعلیٰ حضرت اور تھانوی کے مابین مناظرہ پر فریقین کا معاہدہ

۱۲ر صفر ۱۳۲۹ھ / ۱۲ فروری ۱۹۱۱ء کو محلہ رفعت پورہ میں شیخ فیض بخش صاحب کے مکان پر مولوی ابراہیم اور مولانا ظفر الدین قادری صاحب کے مابین اس بات پر معاہدہ ہوا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب باہمی مکاتبت کے ذریعہ حفظ الایمان پر حسام الحرمین کے مواخذات سے متعلق خود مناظرہ کر لیں یا اپنا کوئی وکیل مقرر فرمالیں۔ اور مناظرہ کی تاریخ آپس میں طے کر کے ۲۷ر صفر

تک مہر اور دستخط کے ساتھ مرحمت فرمائیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی جانب سے جو جواب ہو وہ مولانا ظفر الدین صاحب مولوی ابراہیم کے پاس بذریعہ رجسٹری دہلی ارسال کریں اور مولوی اشرف علی تھانوی کی طرف سے جو جواب آئے وہ مولوی ابراہیم صاحب مولانا ظفر الدین صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری بریلی ارسال کریں۔ اوران دونوں جوابات کا ۲۷/ صفر (۲۷ فروری ۱۹۱۱ء) تک پہنچنا ضروری ہے، نیز مولانا ظفر الدین صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب میں سے جو صاحب بھی رجسٹری نہیں بھیجیں گے یا انکاری جواب بھیجیں گے وہ مغلوب سمجھے جائیں گے۔

ذیل میں ہم اس معاہدہ کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

نقل معاہدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی ختم المرسلین

آج بتاریخ ۱۲/ صفر مظفر ۱۳۲۹ ہجری روز یک شنبہ عرصہ کے بعد ہم مولوی ظفر الدین بریلوی و مولوی محمد ابراہیم دہلوی مراد آباد محلہ رفعت پورہ میں بر مکان شیخ فیض بخش صاحب کے جمع ہوئے اور نہایت متانت اور خوبی سے گفتگو کرنے کے بعد ایک متوسط جلسہ میں یہ طے کیا کہ مولوی اشرف علی صاحب و مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس مضمون کے خطوط بھیجے جائیں کہ آپ دونوں صاحب مواخذات حسام الحرمین بر حفظ الایمان کے متعلق خود مناظرہ کرلیں یا اپنا ایسا وکیل مطلق جس کا تمام ساختہ، پرداختہ، قبول، سکوت، نکول، عدول، موکل کا ٹھہرے، مقرر کرلیں۔ اور تاریخ اس مناظرہ کی معین فرما کر ۲۷/ صفر مظفر ۱۳۲۹ ہجری (۲۷ فروری ۱۹۱۱ء) تک اپنا مہری و دستخطی جواب دیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا جواب مولوی ظفر الدین صاحب مولوی ابراہیم کے پاس بذریعہ رجسٹری دہلی بھیج دیں اور وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ اور مولوی اشرف علی صاحب کا جواب مولوی محمد ابراہیم صاحب مولوی ظفر الدین صاحب کے پاس بذریعہ

رجسٹری بریلی بھیج دیں اور وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ یہ دونوں جواب ۲۷/صفر تک ضرور پہنچ جائیں، ہم دونوں میں سے جو کوئی حسب معاہدہ ۲۷/صفر تک رجسٹری نہ بھیجے یا جواب انکاری بھیجے وہ مغلوب سمجھا جائے گا۔ فقط

محمد ابراہیم بقلم خود ۱۲/صفر ۱۳۲۹ھ

فقیر محمد ظفر الدین قادری عفی عنہ بقلم خود د ۱۲/صفر روز یکشنبہ ۱۳۲۹ھ

عبد الرحمن کان اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المومنین

خادم طلبہ مدرسہ اسلامیہ مسجد شاہی مرادآباد

[مرجع سابق، ص، ۴،۳]

معاہدہ پر عمل درآمد

اس معاہدہ کے بعد مولانا ظفر الدین صاحب نے احباب اہل سنت کے اصرار پر تین دن مرادآباد ہی میں قیام فرمایا، اور جابجا خطابات فرمائے۔ چوتھے دن بدھ کو مرادآباد سے بریلی واپس ہوئے۔ اور پہنچتے ہی حضور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں رُوداد واقعہ بیان کی۔ اور معاہدہ کے مطابق آپ سے مولوی اشرف علی تھانوی کے نام ایک خط لکھنے کی درخواست پیش کی۔ اور عرض کیا کہ اس خط میں آپ تاریخ مناظرہ طے فرمادیں تا کہ میں اس خط کو مولوی ابراہیم کے نام رجسٹری کر کے دہلی روانہ کر دوں۔ حضور اعلیٰ حضرت نے اسی وقت ایک طویل مکتوب تحریر فرمایا۔ اور مولانا ظفر الدین صاحب کے سپرد کر دیا۔ مولانا موصوف نے وہ خط اُسی دن بذریعہ رجسٹری مولوی ابراہیم کے نام دہلی ارسال فرمادیا۔ مولانا عبید المغنی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"اگرچہ مولانا کا قصد تھا کہ شب ہی میں واپس تشریف لے آئیں مگر احباب اہل سنت کے اصرار سے تین دن قیام فرمایا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اظہار حق کے بیان ہوتے رہے۔ چوتھے روز بروز چہار شنبہ واپسی ہوئی۔ اسی دن اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ سے واقعہ مذکورہ گزارش کر کے عرض کی کہ حضور پھر ایک خط بنام مولوی اشرف علی تھانوی صاحب تحریر

فرمائیں، جس میں تاریخ مناظرہ مقرر فرمادیں، کہ میں اس کو حسب معاہدہ مولوی ابراہیم صاحب کے پاس رجسٹری کر کے دہلی بھیج دوں ۔ حضور پُر نور نے اسی وقت پھر مفاوضہ عالیہ بنام تھانوی صاحب تحریر فرمادیا۔ جسے مولانا نے اسی دن رجسٹری کر کے بھیج دیا"

[مرجع سابق، ص،۴]

مکتوب اعلیٰ حضرت بنام مولوی اشرف علی تھانوی

۱۵ر صفر المظفر ۱۳۲۹ھ۔۱۵ فروری ۱۹۱۱ء۔ بروز بدھ حضور اعلیٰ حضرت نے مولوی اشرف علی تھانوی کو جو خط تحریر فرمایا اس میں آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی کو یہ باور کراتے ہوئے کہ آپ برسوں سے ساکت ہو اور آپ کے حواری شرمندگی دُور کرنے کی بے کار کوششیں کرتے ہیں -میں مدتوں سے تمہیں مناظرہ کی دعوت دے رہا ہوں مگر تم آمادہ نہیں ہوتے، سرزمین مرادآباد میں ۲۷ر صفر بروز دوشنبہ تاریخ مناظرہ مقرر فرماکے، مناظرہ کی ایک بار پھر دعوت دے دی۔ نیز یہ بھی لکھ دیا کہ اگر تمہیں تاب مقابلہ نہ ہو اور وکیل ہی کا سہارا منظور ہو تو اپنی مہر و دستخط سے توکیل معین اور تاریخ مذکور پر مہر قبولیت ثبت کر دینا۔ اور تحریر فرمایا کہ یہ میری جانب سے اخیر دعوت ہے، اگر اب بھی آپ سامنے نہ آئے تو میں فرض ہدایت ادا کر چکا، آئندہ کسی کے غوغا پر التفات نہ ہو گا۔

ہم یہاں حضور اعلیٰ حضرت کا مکتوب گرامی من وعن رسالہ "دافع الفساد عن مرادآباد" سے نقل کر رہے ہیں:

مفاوضہ عالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب وسیع المناقب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب!!!

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

فقیر بارگاہ عزیز قدیر عزجلالہ تومدتوں سے آپ کودعوت دے رہاہے۔ اب حسب معاہدہ وقرارداد مرادآباد پھر محرک ہے کہ آپ سوالات ومواخذات حسام الحرمین کے جواب دہی کو آمادہ ہوں - میں اورآپ جوکچھ کہیں لکھ کر کہیں اورسنادیں اوروہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریق مخالف کودیتے جائیں کہ طرفین میں کسی کوکہنے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷/ صفر وصول تعین تاریخ مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ آج ۱۵/ کواس کی اطلاع مجھے ملی - گیارہ (۱۱) روز کی مہلت کافی ہے۔ وہاں بات ہی کتنی ہے اسی قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یانہیں؟ یہ بعونہٖ تعالیٰ دومنٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہوسکتاہے۔

لہٰذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت ورحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷/ صفر روز جان افروز دوشنبہ اس کے لئے مقرر کرتاہے، آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں۔ اور ۲۷/ صفر کی صبح مرادآباد میں ہو۔ الوحا العجل الساعۃ۔ فقیر کے نزدیک میں اورآپ بالذات اس امر اہم واعظم دین کوطے کرلیں، اپنے دل کی جیسی آپ بتاسکیں گے وکیل کیابتائے گا عاقل، بالغ، مستطیع، غیر محذرہ کی توکیل کیوں منظور ہو۔ مع ہذا یہ معاملہ کفرواسلام کاہے کفرواسلام میں وکالت کیسی؟

اوراگر آپ کسی طرح خود سامنے نہیں آسکتے اوروکیل ہی کاسہارا ڈھونڈیں تویہی لکھ دیجئے۔ اوراس کے ساتھ فوراً فوراً اپنی مہرودستخط سے توکیل معین اور تاریخ مذکور کا قبول لکھ دیجئے۔ اتناتو حسب معاہدہ آپ کولکھناہی ہوگا کہ وہ آپ کاوکیل مطلق ہے۔ اس

کا تمام ساختہ، پرداختہ، قبول، سکوت نکول عدول، سب آپ کا ہے۔ اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہو گا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عز جلالہ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فرار ہو اتو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہو گی کہ توبہ میں وکالت ناممکن ہے۔ اور علانیہ کی توبہ علانیہ لازم۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جب اخیر بار آپ ہی کے سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے پھر آپ خود ہی اس میں رفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

آپ تو برسوں سے ساکت ہیں۔ اور آپ کے حواری رفع خجلت کو سعی بے حاصل کرتے ہیں۔ ہر بار ایک ہی جواب کے ہوتے ہیں۔ آخر تا کجے۔ اب یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے، تو الحمدللہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی کے غوغا پر التفات نہ ہو گا کہ منوا دینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا وناصرنا وماونا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین آمین والحمدللہ رب العلیمن۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۵ر صفر مظفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ ہجریہ علی صاحبہا وآلہ افضل الصلاۃ والتحیۃ آمین۔

مہر شریف۔ [مرجع سابق، ص،۶،۵،۴]

حضور اعلیٰ حضرت کا مکتوب گرامی بدھ کو روانہ کیا گیا اور چوتھے دن ہفتہ کو اس خط کی رجسٹری کی رسید اور مولوی ابراہیم کو خط موصول ہونے کی اطلاع موصول ہوئی۔ مولوی ابراہیم نے اپنے خط میں اعلیٰ حضرت کے مکتوب گرامی کی وصول یابی کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ میں آج ہی یہ خط مولوی اشرف علی تھانوی کو تھانہ بھون روانہ کر رہا ہوں۔

مولانا عبید المغنی تحریر فرماتے ہیں:

”الحمدللہ علاوہ ڈاک خانہ کی رسید باضابطہ کے ان کا دستخطی خط بھی بروز شنبہ مولانا کے پاس آگیا کہ وہ خط میں نے آج ہی تھانہ بھون بھیج دیا ہے جو کچھ جواب آئے گا اس سے مطلع کروں گا“

مولانا عبید المغنی صاحب مزید فرماتے ہیں:

”اگر اب کی مولوی ابراہیم صاحب کی ولد الفقیر پر جناب مولوی تھانوی صاحب نے اپنی رحم کی شکل دکھائی اور اپنی مہری دستخطی تحریر قبول کی بھیج دی تو ان شاء اللہ العزیز القدیر حضور پُر نور مع خدام ۲۷/صفر کو مرادآباد میں ہوں گے اور اگر حسب عادت منکر ہوئے یا ساکت رہے تو ہزار باران کا عجز و فرار روشن و آشکار ہو لیا، اب ان کے خاصوں پر بھی بعونہٖ تعالیٰ عام طور پر واضح ہو جائے گا۔“

[مرجع سابق، ص،٦]

خلاف معاہدہ دیوبندی خط کی وصول یابی

حسب معاہدہ مولانا ظفر الدین صاحب تو اپنا کام کر چکے تھے بس مولوی ابراہیم کے جواب کا انتظار تھا۔ تین چار روز کے بعد مولوی ابراہیم صاحب کا خط بھی بریلی پہنچ گیا، جس میں حسب عادت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے خود اعلیٰ حضرت کے مقابلہ پر آنے سے انکار کر دیا تھا اور توکیل کا سہارا لے کر اپنی جانب سے تین وکیل منتخب کر دیے تھے۔ نیز خط مولوی اشرف علی تھانوی کے حوالے سے تھا لیکن وہ تحریر تھانوی صاحب کی تحریر سے میل نہیں کھا رہی تھی۔ طرفہ تماشا یہ کہ یہ خط خلاف معاہدہ بغیر مہر کے ارسال کیا گیا تھا حالانکہ اعلیٰ حضرت نے معاہدہ کے مطابق خط پر دستخط بھی فرمائے تھے اور مہر بھی ثبت فرمائی تھی۔ لیکن چوں کہ اس خط میں حوالہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا تھا اور مناظرہ کی مقررہ تاریخ پر تھانوی صاحب کے وکیلوں کے میدان مناظرہ میں پہنچنے کا ذکر بھی تھا، اسی لئے اعلیٰ حضرت نے اتمام حجت کے طور میدان مناظرہ میں پہنچنے سے

تین دن پہلے ایک خط اور تھانوی صاحب کو تحریر فرمایا، اوراس میں پھر ایک بار آپ نے بذات خود آکر مناظرہ کرنے کی دعوت مولوی اشرف علی کو پیش کی۔

ہم ذیل میں حضور اعلیٰ حضرت کا مفاوضہ عالیہ بنام تھانوی من وعن نقل کر رہے ہیں تاکہ قارئین اس مکتوب گرامی سے مکمل حقیقت کا اندازہ لگا سکیں کہ اعلیٰ حضرت نے کس حد تک دینی روش کو اپنا کر اتمام حجت کے حوالے سے اپنے منصب عالی کا حق ادا کیا ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی نے کس طرح سارقین و مجرمین کی روش پر چل کر قوم سے اور علمائے اہل سنت سے جو دین کے مجاہد و سپاہی ہیں، آنکھ مچولی کھیلی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مکتوب گرامی ملاحظہ فرمائیں:

اعلیٰ حضرت کا دوسرا گرامی نامہ بنام تھانوی

مفاوضۂ عالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب وسیع المناقب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب!

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

ملاحظہ ہو آپ کے حواری پھر آپ کے ساتھ جل کھیلے۔ آپ کا سکوت ممتد دیکھ کر جلسہ دیوبند میں چاندپوری صاحب آپ کے وکیل بنے اور کوئی وکالت نامہ نہ دکھا سکے، فقیر نے آپ سے استفسار کیا آپ نے جواب تک نہ دیا۔ اور ہرگز ان کو اپنا وکیل کرنے کا اقرار نہ کیا۔ اس استفسار پر چاندپوری صاحب نے اپنی تہذیب کے جلوے دکھائے اور کمال غصہ فرمایا کہ ہم جو برملا کہہ چکے ہیں کہ ہم تھانوی صاحب کے وکیل ہیں۔ اب تھانوی صاحب سے استفسار ناپاک چال اور بے شرمی کا حیلہ، تو کیل اور کیا ہے۔ ان کا غصہ اور آپ کا سکوت صاف بتا گیا کہ انہوں نے آپ سے بالا بالا یہ وکالت خود گڑھ لی اور مسلمانوں کو فریب دینا چاہا — وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون۔

الحمدللہ مسلمان تو ان کے دھوکے میں نہ آئے مگر آپ کو انھوں نے مفت سانا۔
اب ان سب نے مل کر اس سے زیادہ آپ پر بے بولے دھڑا باندھا ہے۔ اس بار میر ازبانی ادعائے توکیل تھا۔ جب وہ نہ چلی تو اب ایک پرچہ آپ کے نام سے بھیجا ہے، جس میں تین شخصوں کی توکیل لکھی ہے۔ مگر اس پر آپ کی مہر نہیں۔ حالانکہ معاہدہ میں صاف تحریر تھا کہ اپنا مہری دستخطی جواب دیں۔ اور اس فقیر نے اپنے دستخط و مہر سے آپ کو خط بھیجا تھا۔
آپ کا خط بھی یہاں معروف نہیں بلکہ بعض علمائے حاضرین نے کہ آپ کا خط پہچانتے ہیں، دیکھ کر فرمایا یہ ان کا لکھا نہیں۔ آپ اور آپ کے حواریوں کے حالات کا تجربہ تو یہی بتاتا ہے کہ وہ براہ نادانی معاہدہ کر بیٹھے اور آپ سے ہر چند کہا آپ کسی طرح کوئی تحریر اپنی مہری دینے پر راضی نہ ہوئے - ناچار انہوں نے اپنی اور آپ کی بات بنی رکھنے کو ایک تحریر آپ کی طرف سے لکھ کر بھیج دی، ''بقلم خود'' لکھ دینا تو ان کے قلم خود میں تھا آپ کی مہر آپ کے صندوقچہ سے کیسے نکال لیتے!!!
مجبورانہ خلاف معاہدہ ہی بھیج دی کہ کچھ بھیجنے کا نام تو ہو جائے۔ مگر یاد رہے کہ مسلمان ایسے کچے نہیں جب تک آپ کی توکیل بروجہ صحیح ثابت نہ ہو گی کوئی شخص آپ کا وکیل نہ مانا جائے گا ،اپنی مہری دستخطی آپ کو بھیجنی ہوتی تو ان کا فاصلہ تھوڑا نہ تھا۔ یہ چالاکیاں تو مہر میں بھی شبہات پیدا کرتیں - مسئلہ شرع تو آپ نے سنا ہو گا کہ '' الخاتم یشبہ الخاتم '' نہ کہ سادہ تحریر غیر معروف الخط و برخلاف معاہدہ۔
یہ خط ان شاء اللہ تعالیٰ ۲۶؍ کو آپ کے پاس پہنچے گا۔ آپ فوراً بذات خود چل کر ۲۷؍ کی صبح کو مرادآباد پہنچ جائیں۔ اول تو وہ وجوہ جو فقیر نے اپنے خط میں لکھے کہ میں اور آپ بالذات اس امر اہم واعظم دین کو طے کر لیں اپنے دل کی جیسی آپ بتا سکیں گے وکیل کیا بتائے گا- عاقل، بالغ، مستطیع غیر معذرہ کی توکیل کیوں منظور ہو، مع ہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟ ان کا جواب دیں۔ اور اگر آپ اپنا عجز دیکھ رہے ہیں اور وکلا ہی کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں، تو علی رؤس الاشتہاد فرما دیجئے کہ میں نے فلاں

کو اپنا وکیل مطلق کیا۔ اس کا تمام ساختہ، پرداختہ، قبول، سکوت، نکول، عدول، سب میرا ہو گا۔ اس کے عجز پر مجھے کفر سے توبہ کرنی ہو گی۔ پھر اسی مضمون کی تحریر اپنی مہری جلسہ میں دے دیں کہ آئندہ کے لئے یادداشت ہو۔ بالفرض آپ ضرورت توکیل کا ثبوت دے بھی دیں، اور ہم آپ پر ترس کھا کر بلاضرورت بھی آپ کی مان لیں تو مقابلہ وکیل سے سہی آپ کا روپوش ہونا کیا علت رکھتا ہے؟؟؟

مواخذات حسام الحرمین بر حفظ الایمان کے متعلق مناظرہ ہو اور مصنف صاحب گھر کے اندر مخفی رہیں آخر اس پردہ نشینی کی وجہ بھی!!!

نکلو پردہ سے کہ مشتاق ہیں محفل والے	منہ چھپاتے ہو عبث انجمن آرا ہو کر

یہ بلا بھی آپ کے سکوت اور آپ کے حواریوں کی چال بازی نے آپ پر ڈالی۔

بالفرض یہ تحریر آپ کی تھی تو مہر کرنے سے عدول کیوں ہوتا جب کہ معاہدہ میں خاص مہری دستخطی کا لفظ تحریر ہو چکا تھا۔ لہٰذا آپ کو بذات خود ۲۷ کی صبح مراد آباد میں ہونا اور جواب اُمور مذکورہ کے بعد اپنی توکیل زبانی و مہری علی رؤس الاشتہاد دینا ہو گا۔ ورنہ فرار بار بار روشن ہو چکا- اس بار الحمد للہ تعالیٰ روشن تر ہو جائے گا۔ وللہ الحجۃ۔۔

یہ تحریر جو آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے اس کے متعلق اور اُمور مجھے کہنا ہیں، جب آپ تشریف لائیں گے اُسی وقت عرض کر دیے جائیں گے -اب بذریعہ تحریر طے کرنے کا وقت نہ رہا۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا وناصرنا وماونا محمد وآلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین آمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم خود آج بست و چہارم صفر مظفر ۲۹ھ

روز جمعہ مبارکہ میرے دستخط و مہر سے امضا ہوا۔

[مرجع سابق، ص،۸،۷]

تاریخِ مناظرہ کا تقرر

بالجملہ اب تک یہ سارا پروگرام مخالف جماعت کے طے کردہ معاہدہ کے مطابق چل رہا تھا۔ اور حسب معاہدہ اعلیٰ حضرت نے مولوی اشرف علی تھانوی کو دعوت مناظرہ دی تھی، مگر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا کوئی خط مہر و دستخط کے ساتھ ابھی تک اعلیٰ حضرت کو موصول نہیں ہوا تھا۔ البتہ مخالف جماعت سے وابستہ وہ افراد جو اس معاہدہ کے ضامن تھے انہوں نے ایک خط تھانوی صاحب کے نام سے لکھ کر اعلیٰ حضرت کی دعوت مناظرہ کو قبول فرمالیا تھا۔

لیکن یہاں یہ بات بھی باور کرادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس معاہدہ سے قبل مخالف جماعت کی جانب سے تردیدی اشتہارات کے ساتھ اعلیٰ حضرت کو چیلنج مناظرہ پر مشتمل اشتہار بھی مشتہر کئے گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت کو چیلنج کرنے والوں میں ایک نام حافظ زاہد حسن صاحب کا بھی آتا ہے، جو کہ اعلیٰ حضرت کو زبانی مناظرہ کرنے کا چیلنج کررہے تھے۔ اس کے بعد ہی یہ معاہدہ معرض وجود میں آیا تھا، جس میں تاریخ اور مقام مناظرہ مقرر کیا گیا تھا۔ اور اسے حسن اتفاق کہا جائے کہ انہیں ایام میں حضرت شاہ بلاقی علیہ الرحمہ کا عرس بھی منعقد ہونا تھا۔ اور اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور صدرالافاضل نے اپنے مدرسہ جامعہ نعیمیہ کے جلسہ دستاربندی کا بھی اہتمام فرمادیا تھا۔

اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

"لیکن اس کے بعد ایک اور اشتہار حافظ زاہد حسن صاحب کی جانب سے شائع کیا گیا جس میں زبانی مناظرہ کے لئے آمادگی ظاہر کی گئی۔ اور تحریری مباحثہ سے انکار کیا گیا۔ چناں چہ باہمی خط و کتابت سے ۲۷/ فروری کی تاریخ مناظرہ کے لئے مقرر کی گئی۔ اور میدان زیارت حضرت شاہ بلاقی رحمۃ اللہ علیہ اس غرض کے لئے تجویز ہوا، جہاں مدرسہ (جامعہ نعیمیہ مرادآباد) مقلدین کا ایک سالانہ جلسہ دستاربندی بھی تھا اور عرس مزار شریف بھی تھا۔" [اخبار مخبر عالم، جلد ۱، ۹/ مارچ ۱۹۱۱ء]

الحاصل معاہدہ کے مطابق تاریخ مناظرہ ۲۷/ صفر بروز دوشنبہ طے ہو چکی تھی اور مقام مناظرہ میدان شاہ بلاقی علیہ الرحمہ منتخب کیا گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت کی بریلی سے مرادآباد روانگی

۲۶/ صفر اتوار کے دن یعنی مقررہ تاریخ سے ایک روز قبل حضور اعلیٰ حضرت بارادہ مناظرہ بریلی سے مرادآباد کے لئے روانہ ہوئے۔ ہزارہاہزار معتقدین آپ کو رخصت کرنے کے لئے آپ کے ساتھ اسٹیشن تک جلوس کی شکل میں آئے۔ آپ وہاں سے روانہ ہو کر کچھ دیر کے لئے رام پور بھی ٹھہرے - جہاں رامپور کی عوام کے علاوہ مولاناشاہ محمد سلامت اللہ صاحب نقشبندی حنفی رامپوری، مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب حنفی قادری ،مولاناسید شاہ خواجہ احمد میاں صاحب قادری اور منشی محمد فضل حسن صاحب سب ایڈیٹر اخبار دبدبہ سکندری خلف مولاناشاہ محمد فاروق حسن صاحب وغیرہم علمائے رامپور کی جماعت نے بھی آپ کا بہترین خیر مقدم واستقبال کیا۔
اور پھر آپ وہاں سے مرادآباد کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں سے علمائے رامپور بھی آپ کے ہمراہ ہو لیے۔ آپ جب مرادآباد پہنچے تو وہاں حضور سیدی صدرالافاضل اوراہل سنت کا عظیم قافلہ آپ کی آمد کا پہلے ہی سے منتظر تھا۔ اسٹیشن ماسٹر نے اس قدر بھیڑ کو دیکھتے ہوئے پلیٹ فارم ٹکٹ کے بغیر ہی اندر داخلے کی اجازت دے دی۔ پلیٹ فارم کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت جیسے ہی گاڑی سے اُتر کر پلیٹ فارم پر آئے، لوگ آپ کی دست وقدم بوسی کے لئے دیوانہ وار قریب قریب سمٹ آئے۔ اس کے بعد حضور صدرالافاضل نے آپ کو اور دیگر علما کو مخصوص گاڑیوں میں بٹھایا۔ قریب پچاس ساٹھ گاڑیوں کا انتظام تھا- اس کے بعد اہل سنت کا یہ جلوس بڑے ہی شان وشوکت کے ساتھ درگاہ شاہ بلاقی کے لئے روانہ ہو گیا؛ جہاں حضور صدرالافاضل نے علما کے ٹھہرنے اور جلسہ دستاربندی کا انتظام کیا تھا، نیز وہیں پر مناظرہ ہونا بھی طے پایا تھا۔ راستے میں نعت ومنقبت پڑھتے ہوئے یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا کہ اچانک اعلیٰ حضرت کے دیوانوں نے مدرسہ

شاہی کے سامنے جلوس کو روک لیا۔ اور وہاں کھڑے ہو کر کافی دیر تک اعلیٰ حضرت کا درج ذیل شعر گنگناتے رہے:

یہ رضؔا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

بالآخر اہل سنت کا یہ جلوس اپنی مکمل آن بان شان کے ساتھ شہر کی مشہور راہوں سے گزرتا ہوا قریب عصر کے وقت خانقاہ حضور شاہ بلاقی علیہ الرحمہ میں پہنچ گیا۔

اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

"ان گرما گرم اشتہاروں اور متواتر کوششوں سے مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی مناظرہ پر آمادہ ہو کر مع مولوی ہدایت رسول صاحب و دیگر علمائے بیرون جات ۲۵/ فروری کو مرادآباد میں تشریف لائے۔ جن کا استقبال نہایت شان و شوکت کے ساتھ کیا گیا۔ ریلوے اسٹیشن سے شہر تک آدمیوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ صدہا آدمی مولوی صاحب موصوف کی گاڑی کے پیچھے اپنی اپنی گاڑیوں میں آرہے تھے۔ اور ہزارہا آدمی پیدل تھے۔ مولوی صاحب موصوف اس جلوس کے ساتھ اپنی فرودگاہ پر پہنچے اور مناظرہ کی خبریں چاروں طرف مشہور ہو گئیں، اور دُور دُور کے آدمی آگئے۔

[مرجع سابق]

رامپور کے مشہور ہفتہ واراخبار دبدبہ سکندری میں عرس مرادآباد و مناظرہ کے حوالے سے مذکورہ بالا واقعہ کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

عرس مرادآباد و مناظرہ

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

الحمدللہ کہ ۲۶/ صفر یوم یکشنبہ کو دن کے ایک بجے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ مؤید ملت طاہر جناب تقدس مآب حاجی الحرمین الشریفین مولانا مولوی مفتی قاری شاہ محمد احمد رضا خان صاحب حنفی قادری برکاتی بریلوی مدظلھم الاقدس جلسہ

دستار بندی (جامعہ نعیمیہ) اورایک دینی خدمت کے لئے (جو مناظرہ کی صورت فرقہ غیر مقلدین سے تھی) بریلی سے مرادآباد روانہ ہوئے بریلی کے اسٹیشن پر اعلیٰ حضرت کے فدائی اعلیٰ حضرت کو ؏

بسفر رفتنت مبارک باد بسلامت روی و باز آئی

کہنے کے لئے حاضر آئے تھے۔ اعلیٰ حضرت جب اسٹیشن رامپور پہنچے تو حضرت مولانا مولوی ابوالذکا شاہ محمد سلامت اللہ صاحب نقشبندی حنفی رامپوری اور حضرت جناب مولانا مولوی ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب حنفی قادری احمدرضائی وحضرت جناب مولانا مولوی سید شاہ خواجہ احمد میاں صاحب قادری حنفی اور منشی محمد فضل حسن صاحب صابری قادری سب ایڈیٹر اخبار دبدبہ سکندری خلف حضرت ابوالفضل والکمالات مولوی شاہ محمد فاروق حسن صاحب صابری چشتی قادری حنفی اورایک مجمع کثیر نے اعلیٰ حضرت کی بکمال اخلاص قدم بوسی حاصل کی۔ اور باستثناء منشی محمد فضل حسن صاحب کے یہ تمام حضرات وغیرہ اعلیٰ حضرت کے ہمراہ مرادآباد آگئے۔ جب ٹرین مرادآباد اسٹیشن پر داخل ہوئی تو پلیٹ فارم پر مشتاقین و مخلصین کا اس قدر ہجوم تھا کہ پلیٹ فارم ٹکٹ ملنا محال ہوگیا۔ اورآخرش مسٹر کانر صاحب اسٹیشن ماسٹر نے براہ نوازش بغیر ٹکٹ سب کو اندرآنے کی اجازت دے دی۔ ہر شخص اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے اشتیاق میں ہمہ تن محو تھا اوران سب کا اخلاص وجوش عقیدت پکار پکار کر اس شعر کا مضمون بیان کررہا تھا ؎

اے آمدنت باعث آبادی ما
ذکر تو بود زمزمۂ شادی ما

اعلیٰ حضرت جب اسٹیشن سے باہر تشریف فرماہوئے تو یہاں عجیب منظر تھا ہزارہا خلق خدا کا ازدحام اعلیٰ حضرت کی تمنائے قدم بوسی میں تھا۔ اور پچاس ساٹھ گاڑیاں روسائے شہر کی موجود تھیں۔ جناب مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب حنفی سنی نے تمام مہمان حضرات کو بحیثیت پریزیڈنٹ جلسہ دستار بندی مدرسہ اہل سنت مرادآباد

(جامعہ نعیمیہ) گاڑیوں پر سوار کرایا- پہلی گاڑی پر اعلیٰ حضرت سوار تھے اور آگے پیچھے تمام حضرات تھے۔ غرض کہ عجیب شاندار منظر تھا۔ یہ جلوس چوک بازار سے نکلتا ہوا کوٹھی جناب خان بہادر ننھے خان صاحب ٹھیکہ دار و رئیس اعظم مراد آباد پر ٹھہرا۔ اور ذرا دیر ٹھہر کر پھر یہ جلوس درگاہ پاک حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سیدنا شاہ بلاقی شاہ ولایت قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف چلا- وہاں منتظمین جلسہ نے قبل سے اس شاندار مہمان داری کے لئے ڈیرے اور خیمے وغیرہ استادہ کر رکھے تھے۔ اعلیٰ حضرت مع تمام خدام ان ہی خیموں میں فروکش ہوگئے۔"

[دبدبہ سکندری، نمبر ۱۰ جلد ۶۷،۴۷/مارچ ۱۹۱۱ء ص ۹،۸]

مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب رقم طراز ہیں:

"(اعلیٰ حضرت) والد محترم کی دستار بندی کے موقع پر مراد آباد تشریف لائے تو اہل مراد آباد نے والہانہ استقبال کیا، چار گھوڑوں کی گاڑی میں جلوس کی شکل میں اسٹیشن سے قیام گاہ تک لایا گیا- راستے میں نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کرتے ہوئے جب مدرسہ شاہی کے سامنے آئے تو منشی احمد حسن صاحب (جو انتہائی جہیر الصوت تھے) نے گاڑی رُکوائی اور فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ شعر بلند آواز سے پڑھا ؎

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

[ماہنامہ رضائے مصطفیٰ اکتوبر ۱۹۸۸ء ص ۴۳، ۴۲،
مضمون از قلم مفتی اطہر نعیمی شہزادہ حضور مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ]

اعلیٰ حضرت کی آمد پر مخالف اخبار "نیّر اعظم" کی بوکھلاہٹ

یہاں ہم اس بات کی وضاحت بھی کرتے چلیں کہ اعلیٰ حضرت اور علماے اہل سنت کی آمد پر جہاں اہل سنت وجماعت خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے، وہیں مخالفین

کھل کر مخالفت پر آمادہ تھے۔ چناں چہ مخالف مکتب فکر کے ترجمان اخبار نیر اعظم نے اعلیٰ حضرت کے خلاف ایک مضمون بھی شائع کیا، جس میں آپ کے خلاف زہر افشانی کی گئی۔ جس کے جواب میں اخبار مخبر عالم نے تردیدی تحریر شائع کی، اخبار لکھتا ہے:

''اس مناظرہ سے ایک عام اندیشہ تھا کہ کہیں آپس میں کچھ فساد نہ ہو جائے جس سے متاثر ہو کر ہمارے لوکل ہم عصر نیر اعظم نے بھی محض اپنے عقیدہ وخیال کی وجہ سے مولوی احمد رضا خاں صاحب و مولوی ہدایت رسول صاحب کے آنے اور ان کی نگرانی کئے جانے کے متعلق لوکل میں ایک مختصر مضمون لکھا تھا جو ضرور یک طرفہ بات تھی۔ اگر دراصل ہم عصر موصوف کو اس معاملہ میں اندیشہ تھا تو طرفین سے وہ حفظ امن کی ضمانت و مچلکے لئے جانے کی کوشش کرتا- نہ کہ ایک گروہ موافق اور دوسرے کے خلاف کوشش میں سرگرم ہوتا۔ ہم خود اس بحث و مباحثہ کے خلاف ہیں لیکن پھر بھی انصاف کے خلاف ہے کہ ایک دوسرے علما بیرون جات کے خلاف کچھ لکھا جائے- ہاں ہمیں دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیۓ'' [اخبار مخبر عالم، جلد ۱، ۹/ مارچ ۱۹۱۱ء]

الغرض حضور اعلیٰ حضرت اور دیگر علماے اہل سنت عصر کی نماز کے قریب درگاہ شاہ بلاقی پہنچے اور تھوڑی دیر قیام کے بعد نماز عصر ادا فرمائی۔ بعد نماز احاطہ درگاہ میں ایک محفل منعقد کی گئی جس میں علماے کرام کے بیانات ہوئے۔

یہاں یہ بات باور کرادینا ضروری ہے کہ اخبار مخبر عالم کے مطابق اعلیٰ حضرت اور علماے اہل سنت ۲۵/ فروری کو مرادآباد میں رونق افروز ہوئے ۔اور اخبار دبدبہ سکندری میں مندرج خبر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اور دیگر علماے اہل سنت ۲۶/ فروری کو مرادآباد پہنچے۔ احقر کی فہم ناقص کے مطابق دبدبہ سکندری کی خبر میں درج تاریخ ہی معتبر ہونی چاہیے۔ اور مخبر عالم میں ۲۶/ کے جگہ ۲۵/ تاریخ کا اندراج سہو کاتب پر محمول کیا جائے۔ اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیوں کہ اعلیٰ حضرت اور دیگر علماے اہل سنت سے متعلق تفصیلی رپورٹ مخبر عالم میں موجود نہیں ہے۔ اور ۲۵/ فروری کو پہنچ کر علما نے

کیاکام کیااور ۲۶؍ کو کیاہوا اس کا تفصیلی بیان مخبر عالم میں نہیں ہے۔ البتہ بریلی سے اعلیٰ حضرت کے نکلنے کے وقت سے لے کر آنے کے وقت تک کی تفصیلی رپورٹ دبدبہ سکندری میں موجود ہے ۔لہٰذا ہم یہاں دبدبہ سکندری میں مندرج تاریخ کے حوالہ سے ہی گفتگو کریں گے۔

علمائے اہل سنت کا عظیم الشان اجلاس

عصر کی نماز کے بعد مجلس کا انعقاد ہوا جس میں حضرت علامہ حاجی محمد احد صاحب پیلی بھیتی کا زبردست بیان ہوا۔ مجلس کے اختتام پر مخالف جماعت کی جانب سے مناظرہ کرنے سے متعلق ایک تحریر پیش گئی، جس میں دوسرے روز ۲۷؍ فروری کی صبح کو مناظرہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ علمائے حق نے ان کی اس درخواست پر قبولیت کی مہر لگاتے ہوئے انہیں صبح کو میدان مناظرہ میں آنے کا پیغام پہنچادیا۔

اخبار دبدبہ سکندری لکھتا ہے:

”عصر کے بعد جناب مولانا مولوی حاجی محمد احد صاحب حنفی سنی ساکن پیلی بھیت کا بیان شروع ہوا۔جب وعظ کی صحبت ختم ہوگئی تو معلوم ہوا کہ فریق ثانی غیر مقلدین نے ایک خط بھیجا کہ ہم مناظرہ کریں گے۔ اور اس سے قبل ایک تار بریلی بھی دیا گیا تھا کہ ہم مناظرہ کو تیار ہیں۔ الحمد للہ کہ اہل سنت والجماعت نے بھی اس کا جواب اثبات میں دیا اور گویا صبح کو مناظرہ قرار پا گیا۔“

[دبدبہ سکندری،۶؍مارچ ۱۹۱۱ء ص،۹]

بعد نماز عشاء بھی علمائے اہل سنت نے مجلس وعظ کا انعقاد کیا، علما کے بیانات ہوئے۔ خصوصاً حضرت علامہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی نے نبی محترم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فضائل ومحاسن پر مشتمل ایک بہترین خطاب فرمایا۔

اخبار دبدبہ سکندری میں ہے:

”شب کو بعد نماز عشاء جناب مولانا مولوی شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی کا وعظ

ہوا- آپ کا طرز وعظ کے لئے مابہ الامتیاز ہے۔ آپ نے حضور پُر نور حبیب اکرم شہنشاہ دوعالم صاحب علم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فضائل وکمالات پر دیر تک گہر ریزی کی۔ مناظرہ کے شوق و احقاق حق کے اشتیاق میں علماے کرام اہل سنت والجماعت دُوردراز مقامات سے مرادآباد تشریف لائے تھے -جن کی تعداد ستر (۷۰) سے تجاوز کر گئی تھی۔ مقامات ذیل سے سب یہ حضرات تشریف لائے تھے۔

آگرہ، کانپور، علی گڑھ، بریلی شریف، رامپور، پیلی بھیت، بدایوں شریف، الہ باد، پوربندر، شاہجہاں پور۔

اور بعض حضرات نے تار دیے تھے کہ ہم حاضری سے معذور رہنے کا سخت افسوس ظاہر کرتے ہیں۔ غرض یہ مجمع علماے کرام اہل سنت والجماعت کا بہت زوروشور سے وعظ کی پاک صحبتیں منعقد کرتا رہا۔" [مرجع سابق۹]

مفتی محمد اطہر نعیمی تحریر فرماتے ہیں:

"رات کو شاہ بلاقی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے متصل وسیع وعریض میدان میں جلسہ ہوا۔ یہاں یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ یہ وہی تاریخ ہے جس میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے ان کی قابل اعتراض تحریروں کے سلسلے میں گفتگو (جس کو عرف عام میں مناظرہ کہاجاتا ہے) ہونی تھی، لیکن ان حضرات نے حسب عادت پولیس سے نقض امن کے اندیشہ کے پیش نظر مناظرہ منسوخ کرادیا تھا۔"

[ماہنامہ رضائے مصطفی اکتوبر۱۹۸۸ء ص۴۳، ۴۲،
مضمون از قلم مفتی اطہر نعیمی شہزادہ حضور مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ]

اعلیٰ حضرت اور علماے اہل سنت میدان مناظرہ میں

صبح کو متعین وقت پر اعلیٰ حضرت کی معیت میں بریلی بدایوں مرادآباد آگرہ علی گڑھ پیلی بھیت شاہجہاں پور رامپور کانپور الہ باد اور پوربندر سے تشریف لائے قریب ستر (۷۰) مشاہیر علماے اہل سنت کا عظیم قافلہ میدان مناظرہ میں اپنی مکمل آن بان شان

کے ساتھ رونق افروز ہو گیا۔ کافی دیر گزر گئی مگر مخالفین کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں تھا، علما اسی انتظار میں تھے کہ اچانک شہر مرادآباد کے کوتوال جناب محمد سعید صاحب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ مجھ سے ابھی فریق مخالف نے بتایا ہے کہ آپ (اعلیٰ حضرت) ان کے اوپر چڑھائی کے ارادہ سے آئے ہیں۔ اور یہ کہ اگر آپ مناظرہ کریں گے تو شہر میں فساد ہو جائے گا، اس لئے آپ مناظرہ نہ کریں گے۔

حضرت علامہ ہدایت رسول صاحب حضور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ ہی میں حاضر تھے - آپ نے کوتوال صاحب کو بتایا کہ فریق مخالف نے ہمیں تحریر دے کر بلایا ہے۔ آپ نے غیر مقلدین ودیابنہ کی وہ تحریریں جو چیلنج مناظرہ پر مشتمل تھیں، کوتوال صاحب کو دکھائیں اور فرمایا کہ آپ ان سے کہیں کہ اگر وہ مناظرہ نہیں کرنا چاہتے تو ایک مستند تحریر ہمیں دیں، جس میں وہ لکھیں کہ ہم مناظرہ نہیں کریں گے۔ کوتوال صاحب بات سمجھ گئے وہ وہاں سے اُٹھ کر مخالفین کے پاس گئے اور ان سے علمائے اہل سنت کی مطلوبہ تحریر لے آئے اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پیش کر دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو ایک عظیم فتح عطا فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار دبدبہ سکندری کی درج ذیل تحریر:

”۲۷ر فروری کو جب روز روشن نے منہ دکھایا تو حضرات علمائے کرام اہل سنت والجماعت اس امر کے منتظر رہے کہ فریق ثانی مناظرہ کے لئے آئے لیکن بجائے فریق ثانی جناب محمد سعید صاحب کوتوال شہر مرادآباد اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے پاس آئے اور یہ فرمایا کہ فریق ثانی (غیر مقلدین) ہمارے پاس آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ مولوی احمد رضا خان ہمارے اوپر چڑھ آئے ہیں، اور ہم سے مناظرہ کریں گے تو لوگوں میں سخت فساد ہو جائے گا اور نقض امن ہو جائے گا، اس واسطے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو روک دیجئے۔ یہ کہہ کر کوتوال صاحب نے فرمایا کہ آپ مناظرہ نہ کریں۔ جناب مولانا ابوالوقت مولوی محمد ہدایت الرسول صاحب حنفی سنی قادری نے فرمایا کہ فریق ثانی کا ہمارے پاس بریلی تار گیا تھا کہ ہم مناظرہ کو تیار ہیں۔ اور یہاں بھی دستخطی ومہری خط موجود ہے کہ ہم

مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو اب کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ان سے مناظرہ نہ کریں ہم تو ان کے بلائے ہوئے آئے ہیں۔ ہاں اگر فریق ثانی کو فساد اور نقض امن کا اندیشہ معلوم ہوتا ہے تو ایک خط اپنے لوگوں کے دستخط کرا کر ہمارے پاس روانہ کریں کہ ہم مناظرہ نہیں کریں گے کہ باعث فساد و نقض امن ہے۔ اس صورت میں ہم لوگ مناظرہ نہیں کریں گے۔

چناں چہ جب لائق کوتوال صاحب کو اس امر سے اطلاع ملی کہ علمائے کرام اہل سنت والجماعت فریق وہابیہ کے بلائے ہوئے آئے ہیں تو آپ نے ان کی اس کارروائی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور فریق غیر مقلد کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں نے تو ہم سے یہ ظاہر کیا تھا کہ علمائے اہل سنت ہم پر چڑھ کر مناظرہ کرنے کو آئے ہیں۔ حالانکہ بلایا تو آپ نے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ لوگ نقض امن کرانا چاہتے ہیں؛ اب آپ لوگ لکھ دیں کہ ہم مناظرہ نہیں کریں گے تو ہم علمائے اہل سنت سے بھی منع کر دیں گے، چناں چہ جناب کوتوال صاحب کے حکم پر انہوں نے لکھ دیا کہ ہم مناظرہ نہیں کریں گے، جس پر ان لوگوں کی دستخط اور مہر بھی تھی۔ وہ تحریر کوتوال صاحب لے کر اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ وہ مناظرہ نہیں کریں گے: لہٰذا آپ بھی مناظرہ التوا فرمادیں۔ یہ سن کر مولانا مولوی ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب حنفی سنی قادری سلمہ اللہ تعالیٰ نے علمائے اہل سنت والجماعت کی طرف سے فرمایا کہ جب وہ مناظرہ نہیں کریں گے تو ہم کو بھی ضرورت نہیں۔ چناں چہ ضابطہ کے بموجب کوتوال صاحب نے علمائے اہل سنت سے اس قول پر دستخط کرا لیے، بدیں وجہ کہ نقض امن نہ ہونے پائے اور مناظرہ کی کیفیت کا خاتمہ اس طرح ہو گیا۔"

[دبدبہ سکندری، ۶/مارچ ۱۹۱۱ء ص، ۱۰،۹]

مولوی اشرف علی تھانوی میدان مناظرہ میں آنے سے قاصر

مذکورہ رُوداد سے قارئین کو یہ پتہ چل گیا ہوگا کہ تھانوی صاحب کے حواریوں

نے معاہدہ کے مطابق تھانوی صاحب کے حوالے سے خط میں تین وکیلوں کا ذکر کیا تھا۔
لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ میدان مناظرہ میں نہ ہی ان حواری مولویوں میں سے کوئی آیا، نہ تھانوی صاحب کا کوئی وکیل میدان مناظرہ میں پہنچا۔ اور تو اور خود تھانوی صاحب مرادآباد میں موجود ہونے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہیں پہنچے۔ جیسا کہ مرادآباد کے مشہور اخبار مخبر عالم کی یہ خبر اس بات کی صاف گواہی دے رہی ہے – ملاحظہ فرمائیں:

"چناں چہ اس سے پہلے چند ہی دنوں کا ذکر ہے کہ یہی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مرادآباد میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے مباحثہ کے لئے تشریف لائے تھے، جنہوں نے علماے عرب مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کے فتاویٰ آپ کے خلاف ایک بڑی ضخیم کتاب کی صورت میں چھاپ کر شائع کر دیے ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے وقت مقررہ پر وعظ کہا لیکن نہ کوئی مباحثہ کو گیا نہ مباحثہ ہوا.... کیا اچھا ہوتا کہ یہ دونوں فریق ہمیشہ کو ہم خیال ہو کر ترقی اسلام میں دوش بدوش کوشش کرتے"

[مخبر عالم، ۲۳/اپریل ۱۹۱۱ء ص ۳]

میدان مناظرہ میں اعلیٰ حضرت کی للکار

اور مخالف جماعت کا فرار

اعلیٰ حضرت نے اس موقع پر ایک خطاب فرمایا جس میں آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی کو میدان مناظرہ میں آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ انہیں یہاں لے آؤ اگر میرے سامنے وہ مبہوت نہ ہو جائیں تو وہ جیتے میں ہارا – آپ کے اس چیلنج کے باوجود بھی تھانوی صاحب میدان مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ کر سکے۔ البتہ ان کا ایک حمایتی محفل میں آیا اور بولا کہ تھانوی صاحب تشریف لانا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اجازت واطلاع کی کیا ضرورت ہے، وہ بولا کہ آپ انہیں تحریری طور پر بلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں ان کی کوئی تحریر لے کر آئے ہو اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا زبانی بات کا جواب زبانی ہی ہوتا ہے۔ اس کا مقصد آپ کی تحریر لے کر خلفشار پیدا کرنا تھا؛ آپ نے

اپنی فراست سے جان لیا: اس لئے آپ نے اس وقت تحریر دینے سے منع فرمادیا، تحریر تو آپ پہلے ہی بریلی سے تھانوی صاحب تک پہنچا چکے تھے -اب تحریر کی کیا ضرورت تھی۔

مفتی اطہر نعیمی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے اپنی تقریر میں فرمایا:

"مسلمانو! وہی وقت وہی تاریخ اور وہی مقرر جگہ ہے میں موجود ہوں تھانوی صاحب نے پولیس کی مدد سے مناظرہ سے جان بچالی ہے۔ لیکن میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ انہیں یہاں لے آؤ اگر میرے سامنے وہ مبہوت نہ ہوجائیں تو وہ جیتے میں ہارا- لیکن مولانا صاحب تشریف نہ لائے۔ البتہ ایک صاحب نے آکر کہا کہ مولانا تھانوی صاحب جلسے میں تشریف لانا چاہتے ہیں، فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا پھر اجازت اور اطلاع کی کیا ضرورت ہے، اُن کو تو یہاں آنا ہی تھا وہ تشریف لائیں۔ لیکن قاصد نے کہا کہ آپ تحریری طور پر بلائیں۔فاضل بریلوی نے فرمایا کیا آپ ان کی اس سلسلے میں میرے پاس کوئی تحریر لے کر آئے ہیں ؟ قاصد نے کہا کہ نہیں۔تب فاضل بریلوی نے فرمایا کہ زبانی بات کا جواب زبانی ہی ہوتا ہے، وہ تحریری طور پر اطلاع دیتے تو میں بھی تحریر دے کر بلالیتا۔اور یہ سب کچھ اس لئے کہا جارہا تھا کہ فاضل بریلوی سے تحریر لے کر پولیس کو بتایا جائے کہ یہ تحریریں بھیج کر بلاتے ہیں تا کہ شہر کی فضا کو مکدر کیا جائے لیکن فاضل بریلوی کی فراست کہ انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا اور تحریر نہ دی۔"

[ماہنامہ رضائے مصطفی اکتوبر ۱۹۸۸ء ص ۴۳، ۴۲،
مضمون از قلم مفتی اطہر نعیمی شہزادئہ حضور مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ]

اعلیٰ حضرت کا یادگار خطاب

اس عظیم کامیابی کے بعد سہ پہر کو علمائے کرام نے ایک اجلاس کا انعقاد کیا جس میں سیدی اعلیٰ حضرت نے نماز عصر کے بعد سے عشاء کے وقت تک ایک یادگار خطاب فرمایا۔ اخبار دبدبہ سکندری لکھتا ہے:

"سہ پہر کو اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کا درگاہ پاک ہی پر وعظ شریف ہوا،

سبحان اللہ وبحمدہ حضرت کے وعظ شریف کی کچھ بھی تعریف کرنا بالکل چھوٹا منھ اور بڑی بات کے مصداق ہے۔ اعلیٰ حضرت کا وعظ شریف اعلیٰ درجہ کے نکات، بے بدل سے مملو ہوتا ہے غرض کہ بعد عصر سے شروع ہوا تھا اور عشاء کے وقت ختم ہوا۔"

[دبدبہ سکندری، ۶/ مارچ ۱۹۱۱ء ص، ۱۰]

۲۸/ فروری کی صبح کو پھر مجلس منعقد ہوئی، علمائے کرام کے بیانات ہوئے اور جلسہ بارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ بعدہ جملہ علمائے اہل سنت حضرت قاضی امداد حسین صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے وہاں بھی مختصر سی محفل سجائی گئی۔

اخبار لکھتا ہے:

"۲۸/ فروری کو بعد طلوع آفتاب پھر جلسہ شروع ہو گیا جو دن کے بارہ بجے تک ہوتا رہا- دوپہر کو تمام حضرات علمائے کرام اہل سنت والجماعت کو مرادآباد کے مشہور و معروف رئیس اور پکے حنفی سنی عالی جناب مولانا حضرت قاضی امداد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دولت خانہ پر مدعو کیا تھا- ان تمام حضرات نے قاضی صاحب ممدوح کی مبارک خواہش کو پورا فرمایا۔ گویا قاضی صاحب کے دولت خانہ پر علمائے ربانی کا ایک مختصر جلسہ ہو گیا۔ اور یہ جلسہ بخیر وخوبی ختم ہو گیا۔"

[مرجع سابق]

مرادآباد سے اعلیٰ حضرت کی روانگی

۲۸/ فروری کو شام پانچ بجے اعلیٰ حضرت اور جملہ علمائے کرام کا یہ عظیم قافلہ مرادآباد سے روانہ ہو گیا۔ دبدبہ سکندری لکھتا ہے:

"شام کے پانچ بجے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس مع الخیر والعافیت بریلی روانہ ہو گئے اور تمام حضرات علمائے کرام اہل سنت والجماعت اپنے اپنے مقامات کو تشریف لے گئے"

[مرجع سابق]

اعلیٰ حضرت کی روانگی نیز مخالفین کی غلط بیانی کی تردید کرتے ہوئے کہ اعلیٰ

حضرت مناظرہ پسند نہیں فرماتے اوراہل سنت اور دیوبندی اختلافات کا سبب بیان کرتے ہوئے اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

”علمائے دیوبند وبریلوی رخصت ہو گئے۔ مناظرہ نہیں ہوا، مگر پبلک کو یہ ضرور ظاہر ہو گیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب تحریری اور تقریری ہر طرح کے مناظرہ کو موجود ہیں۔ اور وہ خیال غلط ہے کہ مولوی صاحب موصوف مناظرہ پسند نہیں کرتے۔ آپ نے عام طور پر علمائے دیوبند وغیرہ کی کتب کی وہ عبارتیں جو خلاف عقائد اہل سنت والجماعت ہیں، چھاپ کر اس پر علمائے مدینہ منورہ ومکہ معظمہ کے فتاوی اُن کے خلاف حاصل کر کے مشتہر کر دیے۔ جن کو دیکھ کر ہر مسلمان حیران ہے۔ گو مولانا موصوف کی اس کوشش سے ان عقائد سے زبانی انکار کیا جاتا ہے مگر تحریری اقرار سے ہنوز انکار ہے اور یہی باعث اختلاف ہے“ [۸/مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۱]

تھانوی گروہ کی ایک بڑی خیانت وجعل سازی کا اظہار

قارئین یہاں دیوبندی جماعت کی ایک بڑی خیانت کا اظہار ضروری ہے۔ وہ یہ کہ یہ جماعت لوگوں کو یہ باور کراتی ہے کہ مرادآباد میں اعلیٰ حضرت تھانوی صاحب کے مقابلے میں نہیں آئے اور پولیس کو بلا کر مناظرہ ٹال دیا۔ جیسا کہ تھانوی جی کی حفظ الایمان وبسط البنان اور تغییر العنوان مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور میں مرتب نے بسط البنان سے قبل ایک طویل مضمون نقل کیا ہے جس کے مولف کا نام خود مرتب کو بھی نہیں معلوم ۔حاشیہ میں قارئین سے اس مضمون نگار کا نام معلوم کیا گیا ہے۔ یعنی نامعلوم فرد کا ایک مضمون نقل کیا ہے، جس میں اس مضمون نگار نے خوب جم کر فریب کاریوں کذب بیانیوں سے کام لیا ہے وہ لکھتا ہے:

”چناں چہ بریلی کے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو مصداق اس شعر کے ہیں ؎

اگر دجال بر روئے زمیں است — ہمیں است وہمیں است وہمیں است

اس کے بعد مرادآباد میں مناظرہ ٹھہرا (راقم الحروف اس زمانہ میں مرادآباد ہی میں موجود تھا) یہاں خاں صاحب نے یہ چالاکی کی کہ پولیس والوں سے کہہ دیا کہ اہل دیوبند فساد کرانے آئے ہیں اس وجہ سے پولیس نے یہ مناظرہ حکماً روک دیا- جب مولانا نے خاں صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ وہ ہر گز مناظرہ نہ کریں گے اور محض اتمام حجت کے لئے یہ رسالہ بسط البنان تحریر فرمایا۔

(یکے از خدام اکابر علما دیوبند)

[حفظ الایمان وبسط البنان، ص ۱۰۴، ۱۰۳ مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور]

اعلیٰ حضرت سے متعلق اور بھی زہر افشانی اس مضمون میں موجود ہے- جسے لکھنا یا اس کے مزخرفات کا جواب دینا میں ضروری نہیں سمجھتا ''کل اناء یترشح بما فیہ'' برتن میں جو ہوتا ہے وہی چھلکتا ہے۔ ایسی بات جس کا کوئی ثبوت نہیں جو سراسر جھوٹ اور بہتان ہے، اسے اس طرح کتاب میں چھاپنا بڑی دیدہ دلیری کا کام ہے؛ فارسی کا مشہور شعر ہے ؎

بے ادب زی و آنچہ دانی گوئے
بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

ترجمہ:

یعنی بے ادب ہو جا پھر جو چاہے کہہ بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔

دربھنگی صاحب کا سفید جھوٹ

دربھنگی صاحب نے بھی اپنے پیشوا کی روسیاہی اور جماعت پر لگے شکست کے بدنما داغ کو اپنے جھوٹ کے پانی سے صاف کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہوئے مرادآباد میں اپنی جماعت کی فتح و کامیابی اور اعلیٰ حضرت کی شکست و فرار کا اعلان کچھ اس انداز میں کیا ملاحظہ فرمائیں دربھنگی صاحب کا ایک زبردست جھوٹ:

''مدرسہ عالیہ دیوبند، مرادآباد، امروہہ امینیہ وغیرہ کے اکثر حضرات مع

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتھم کے رونق افروز تھے۔ پھر بھی مناظرہ مقصود نہ تھا اور وکلاء نے تو پہنچتے ہی تار دیا تھا۔ اچھا کہو ریل کے وقت سے پہلے گاڑی کے کواڑ بند کر کے کون گیا تھا؟ تشریف لانے کی کیا دُھوم دھام اور جانے میں یہ سون سون گھر والے کا اسباب باندھ لیا اور بدحواسی میں اپنا چھوڑ گئے، وعظ کا بھی اعلان تھا کیوں نہ ہوا؟ کہو ہمارا آدمی اسٹیشن پر نہ گیا تھا؟ آپ نے گاڑی کی کھڑکی نہ بند کر لی تھی۔ جب آپ روانہ ہو لیے تب وہ نہ آئے تھے؟ کہو مناظرہ سے کون بھاگا؟ جب حضرت مولانا موصوف مطلع فرما چکے تھے کہ ہم نے فلاں فلاں کو وکیل مقرر کیا ہے اور وکلاء کئی روز پیشتر سے موجود تھے شرائط وغیرہ کے متعلق گفتگو کیوں نہ شروع کی تھی؟ اور جب مولانا موصوف چار بجے دن کے تشریف لے آئے تھے اور اسی وقت آدمی نے جا کر اطلاع دی تھی کہ حضرت مولانا تشریف لے آئے ہیں۔ عمائد شہر پیغام مناظرہ لے کر گئے، جب آپ بریلی سے تشریف لے ہی آئے تھے، مولوی ہدایت رسول صاحب ساتھ ہی ساتھ تھے جن کی وجہ سے مناظرہ ہو ہی نہیں سکتا تھا پھر اس قدر سراسیمگی سے تشریف لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ ہم بتاتے ہیں آپ کے نباض ہم ہیں، جب عمائد شہر درمیان میں پڑنے لگے تو آپ کو خوف ہو گیا کہ اب کوئی نہ کوئی مناظرہ کی صورت ضرور پیدا ہو کر رہے گی یہاں نہ ہو گی تو بریلی، دہلی وغیرہ کوئی نہ کوئی جگہ ضرور مقرر ہو جائے گی۔.....یہی وجہ تو تھی جو گاڑی کے پٹ بند کر کے تین بجے سے پہلے ہی اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ اور گاڑی پانچ بجے روانہ ہونی تھی۔ خان صاحب ہم سے اور یہ باتیں۔ یہی تو خوف تھا کہ اب مناظرہ ضرور سر پڑے گا جو موت سے زیادہ سخت اور ناگوار ہے۔ اسی وجہ سے چنپت ہو گئے"

[رسائل چاندپوری، ۲/ ۱۷۴ تا ۱۷۳]

تم جھوٹ کے پتلے ہو تمہیں سچ سے ہے کیا کام
انکار سے بدتر ہیں سب اقرار تمہارے

کسی نے سچ کہا ہے کہ ایک جھوٹ چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنا پڑتے ہیں

اوراس کا جیتا جاگتا ثبوت در بھنگی صاحب کی مذکورہ بالا تحریر ہے۔اس تحریر کی رو سے یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ سچ کو جھوٹ کر دینا کوئی در بھنگی صاحب سے سیکھے۔ میں تو بس اتنا کہوں گا کہ کذب بیانی ،بہتان تراشی ،سینہ زوری اور دھاندلی توان کا اصل اثاثہ ہے۔ مگر حدیث مصطفی ''الحق یعلواولایعلی'' کے طفیل سربلندی وکامیابی اہل سنت ہی کے سر رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

قارئین نے اخبارات قدیمہ ورسائل قدیمہ کی روشنی میں روداد بالا کے مطالعہ سے خوب اندازہ لگالیاہو گا کہ حق کیاہے سچا کون ہے۔اور سربلندی کس کے سرہے۔اخبار مرادآباد ورامپوراوراس دور کی کتب کی ایک ایک سطر مرادآباد میں تھانوی صاحب اوران کے اذناب وذرّیات کی شکست وفرار کی گواہی پیش کررہی ہے۔ اس کے بعد بھی حقیقت سے چشم پوشی یقینا قابل افسوس ہے۔

☆☆☆☆☆

خاتمہ بحث

ہم اس مناظرہ مرادآباد کی بحث اخبار دبدبہ سکندری میں درج مضمون کی درج ذیل سطور پر ختم کرتے ہیں۔ بریلی کے ایک نامہ نگار اخبار دبدبہ سکندری میں لکھتے ہیں:

''مرادآباد کا واقعہ کسے یاد نہیں۔ ادھر تو مناظرہ طلب کیا اور وہ فرعونی دعوے کہ اعلیٰ حضرت ہرگز تشریف نہ لائیں گے، اگر وہ تشریف لے آئیں تو ہم پانچ سو روپیہ جرمانہ دیں کبھی یہ کہ ہزار دیں۔ جب اعلیٰ حضرت تشریف لے گئے اور دیکھا خصم سر پر آگیا اب لینے کے دینے پڑ گئے۔ فوراً حکام مقامی سے استغاثہ کیا، کہ ہے ہے بچائیو! مناظرہ کریں گے تو بلوا ہو جائے گا ''یا صاحب کلکٹر المدد'' ''یا پولیس الغیاث'' مناظرہ روک دیا جائے۔ ان حیلوں سے مناظرہ روکے گئے اور جان بچی۔ یہ ہے جرأت اور یہ ہے دلیری اور اس پر دعوی مناظرہ اور حقانیت سے مقابلہ۔ ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین''

[دبدبہ سکندری جلد ۵۰، نمبر ۲، ۱۰ر فروری ۱۹۱۴ء صفحہ ۷]

حضور صدر الافاضل کو مبارکباد

یہ مناظرہ چوں کہ حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام ہوا اور اس کی تمام تر کارروائی کا بوجھ آپ کے مبارک کاندھوں پر تھا، اس لئے اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں آپ کو ہدیہ تبریک پیش کیا گیا، اور آپ کے اس تاریخی کارنامے کو سراہا گیا، اخبار کی درج ذیل خبر ملاحظہ فرمائیں:

''جناب مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب حنفی بانی جلسہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے، کہ آپ نے کمال علو ہمتی اور جاں فشانی سے اس جلسہ کو نہایت اعلیٰ پیمانہ پر انجام دیا۔ اور نیز دوسرے اراکین جلسہ بھی قابل تحسین ہیں کہ باوجودیکہ اتنا بڑا جلسہ تھا مگر کسی فرد کو ذرا سی بھی شکایت کا موقع نہ دیا۔ اور جلسہ خوب آراستہ کیا۔''

[مرجع سابق]

☆☆☆☆☆☆

مناظرہ رہتک پنجاب اور اعلیٰ حضرت

شہر مرادآباد میں دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب، ان کے حواریوں اور وکیلوں کی شرمناک وذلت آمیز شکست کی مکمل روداد سابقہ اوراق میں بیان کی گئی۔ قارئین اس سے بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ دیوبندی مذہب کی حقیقت کیا ہے۔

اس شکست کے بعد اگر ذرا بھی غیرت ایمانی زندہ ہوتی تو پھر اس نئے مذہب سے توبہ کرکے اہل سنت میں داخل ہو جاتے۔ مگر برا ہو تعصب وہٹ دھرمی کا جس نے انہیں تین سال تک تعصب وتنگ نظری ہٹ دھری ودھاندلی اناوکبر حسد وبغض کی بھٹی میں تپاکر ایک بار پھر حق کے مقابلے میں لاکھڑا کیا۔ یعنی آٹھ صفر المظفر ۱۳۳۲ہجری مطابق ۶ جنوری ۱۹۱۴ء کو ایک بار پھر تھانوی کے حواریوں نے تھانوی صاحب کے حوالے سے حضور اعلیٰ حضرت کو چیلنج مناظرہ دے ڈالا۔ اور مناظرہ پر آمادہ نہ ہونے والے کی ہار کا فیصلہ بھی لکھ دیا۔ اخبار دبدبہ سکندری میں بریلی شریف کے ایک نامہ نگار اپنے ایک مضمون بعنوان ''وہابیہ کا مناظرہ سے جدید فرار'' خاص تھانوی صاحب کی چودھویں گریز، میں لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت... مدظلہ الاقدس فرقہ وہابیہ نجدیہ کی ان گستاخیوں اور بے عنوانیوں کی جو اس ناپاک فرقہ سے شان رسالت میں واقع ہوتی رہیں جس عالمانہ وفاضلانہ طریقہ سے تردید فرماتے رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ منکروں نے بھی ان کا لوہا مانا ہے۔ انتہا یہ کہ خود وہابی صاحبوں نے اپنے اقوال کے کفر ہونے کا اقرار چھاپ دیا بلکہ تھانوی صاحب نے یہاں تک لکھ دیا کہ جس کے خیال میں بھی یہ خبیث مضمون آئے وہ بھی کافر ہے۔ الحمدللہ اسی قدر مقصود تھا۔ ایسی نمایاں فتح شاید کسی کو نصیب ہو۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج، کہ کفر مانتے جائیں اور پھر جمے رہیں۔ ہزار بار شکست کھائی، ہزار بار

بھاگے پھر بھی غیرت مند اتنے کہ منہ آتے ہیں۔

حال کا واقعہ ہے کہ آٹھ صفر المظفر مطابق ۶ جنوری کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس کی خدمت میں چند علماے رہتک و مرادآباد سے آئے کہ سر خیل یاران وہابیہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی رہتک ضلع حصار (پنجاب) میں مناظرہ کریں گے اور یہ بھی لکھا گیا کہ ۲۰ر جنوری تک جو مناظرہ پر آمادگی ظاہر نہ کرے وہ ہار گیا"

[دبدبہ سکندری جلد ۵۰، نمبر ۲، ۱۰ر فروری ۱۹۱۴ء صفحہ ۷]

اعلیٰ حضرت کا تھانوی کو خط اور تھانوی کی گریز پائی

اعلیٰ حضرت نے فوراً پانچ اوراق پر مشتمل ایک خط بنام تھانوی لکھ کر انہیں آنے والوں کے ہاتھ تھانوی صاحب کے یہاں بھجوا دیا۔ خط لے جانے والوں میں مولوی رئیس الدین صاحب بھی تھے۔ وہ اور تھانہ بھون کے چند معزز حضرات اعلیٰ حضرت کا خط لے کر جب تھانوی صاحب کے پاس پہنچے تو تھانوی صاحب کے حواس باختہ ہو گئے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت کے گرامی نامہ کو دیکھنے سے انکار کر دیا۔ اور جب انہیں اس کا مضمون سنا کر ان سے اس بارے میں گفتگو کرنا چاہی تب بھی تھانوی صاحب نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور جب ان سے کہا گیا کہ مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری جو آپ کے معتمد علیہ ہیں، انہوں نے آپ کی ذمہ داری لی ہے اور اس سے قبل بھی وہ بہت سی بحثوں میں آپ کے قائم مقام کی حیثیت سے سامنے آچکے ہیں لہٰذا ان کی تحریر کے مطابق آپ کو مناظرہ کے لئے آمادہ ہونا پڑے گا۔ مگر تھانوی صاحب پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اور آخر تک حیلے بہانے تراشتے رہے۔ اور یہاں تک کہہ گئے کہ چاند پوری میرا ذمہ دار کیسے ہو سکتا ہے؟

آخر کو مولوی رئیس الدین وغیرہ مدرسہ دیوبند گئے۔ لیکن وہاں بھی لوگوں نے مناظرہ کے حوالے سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ اور جب مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری کا حوالہ دیا گیا تو وہاں صاف کہہ دیا گیا کہ وہ لسان ہے، جھوٹا ہے۔ ہم نے اپنے یہاں سے اسے موقوف کر دیا ہے، ہم نہیں جانتے وہ کہاں ہے اس کے بعد مولوی رئیس الدین وغیرہ

سبھی لوگ وہاں سے واپس ہو گئے اور اس طرح ایک بار پھر تھانوی اور ان کی ذرّیات کو منھ کی کھانا پڑی۔ مولوی رئیس الدین صاحب نے اس مکمل واقعہ کو اپنے خط میں جو انہوں نے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ کے نام تحریر فرمایا تفصیل سے لکھا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

نامی نامہ مولوی رئیس الدین صاحب بنام صدر الافاضل

مکرم بندہ مولوی محمد نعیم الدین صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون !!!

واضح ہو کہ ہم آپ سے رخصت ہو کر ۱۳ر کو رہتک پہنچے۔ ۱۴ر کو میں اور مولوی عبد الغفور صاحب وحاجی علاء الدین وحاجی ابراہیم و منشی کریم بخش پنچائت تھانہ گئے۔ مولوی اشر فعلی سے ملاقات ہوئی۔ جناب مولوی صاحب کی تحریر اور نوشتہ سید حسن چاندپوری ہرچند ان کو دیا مگر انہوں نے ہاتھ نہ لگایا- لاچار زبانی ماجرا سنا کر ان سے پھر اصرار اً کہا کہ آپ ایک نظر دیکھ لیجئے۔ مگر انہوں نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور کہا کہ مجھے معلوم ہے۔ مگر میرا ذمہ دار سید حسین چاندپوری کیوں کر ہو سکتا ہے۔ میں مباحثہ نہیں کیا کرتا اور نہ آئندہ کروں۔ اور میں کسی کی تحریر بھی نہیں دیکھا کرتا۔ ہم نے کہا کہ سید حسن تمہارا معتمد علیہ ہے۔ کیوں کہ جابجا آپ کی جانب سے مناظرہ میں بھیجا جاتا ہے۔ کیا بغیر ذمہ داری کے جاتا ہے؟ جب آپ کا قائم مقام کر کے بھیجا گیا تو ذمہ دار بھی ضرور ہو سکتا ہے، لہٰذا اس کی تحریر کے موافق آپ کو مناظرہ ضرور کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے منظور فرمایا ہے۔ ہم نے سب طرح ان پر بوجھ ڈالا مگر انہوں نے مناظرہ اور جواب وسوالات کسی طرح منظور نہ کیا۔ لاچار ہم دیوبند آئے یہاں بھی سید حسن کی کارروائی کی سب کو اطلاع تھی - کہنے لگے کہ سید حسن ایک لونڈا ہے لسان اور جھوٹا۔ ہم نے اس کو اپنے یہاں سے موقوف کر دیا ہے، ہم نہیں جانتے کہ کہاں ہے۔ یہاں بھی سب کانوں پر ہاتھ رکھ گئے ۔ اور مباحثہ بالمشافہ مولوی اشرف علی و مولوی

احمد رضا خاں صاحب سے منکر ہوئے۔ اور تسلیم نہیں کیا۔ پس موافق شرائط ہار ہو گئی۔ ہم لوگ اسی روز رہتک آ گئے، اب تو اس پر نالش خرچہ کی تدبیر ہو رہی ہے۔"

[دبدبہ سکندری جلد ۵۰، نمبر ۲، ۱۰؍ فروری ۱۹۱۴ء ص ۸]

تھانوی گروہ کی جملہ متنازعہ فیہا مسائل میں شکست

چوں کہ چاندپوری کی تحریر کے مطابق فریقین میں سے ایک کی آمادگی مناظرہ دوسرے کو بھی کو آمادگی پر مجبور کرے گی۔ اور اگر دوسرے فریق نے مناظرہ سے فرار اختیار کیا تو اس کی اور اس کے حامیوں کی جملہ متنازعہ فیہا مسائل میں شکست تسلیم کی جائے گی۔ اور فریقین کا سارا خرچ اسی کے ذمہ ہو گا۔ لہٰذا مولوی رئیس الدین صاحب نے صدرالافاضل کو خط میں یہ بھی لکھا کہ "اب نالش خرچہ کی تدبیر ہو رہی ہے" کیوں کہ چاندپوری کی تحریر کے مطابق وہ اور اس کا گروہ تمام متنازعہ فیہا مسائل میں ہار چکے ہیں تو لازماً خرچ بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مولوی رئیس الدین صاحب کے خط کا درج ذیل اقتباس: جو مولوی صاحب نے "اب تو اس پر نالش خرچہ کی تدبیر ہو رہی ہے" کے ضمن میں تحریر فرمایا لکھتے ہیں:

"چاندپوری نے تھانوی صاحب کی طرف سے شرائط مناظرہ میں یہی قرار دیا تھا کہ بیس (۲۰) تک اگر اپنے کو آمادہ نہ کر سکوں یا تاریخ مقررہ پر تاریخ مناظرہ کی اطلاع نہ دوں تو ہماری سب کی ہار مانی جائے گی۔ اور یہ بھی کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب سے ایک نے آمادگی مناظرہ ظاہر کی تو دوسرے کو آمادہ ہونا پڑے گا، وکیل سے کام نہیں چلے گا۔ ایک کی آمادگی کی صورت میں دوسرا آمادہ نہ ہوا تو اس کی ہار شمار کی جائے گی۔ اور یہ ہار تمام مسائل متنازعہ فیہا میں مانی جائے گی اور یہ بھی کہ جو ہارے خرچہ فریقین اس پر پڑے - اب جناب تھانوی صاحب ہارے، لہٰذا انہیں کی طرف کی شرائط خرچہ انہیں پر پڑنا چاہیے، غنیمت ہے کہ سامنے نہ آئے صغیری کے صیغہ کا خرچہ ان پر پڑا اور نہ ہمارے۔ بھاگتے تو پورا پڑتا۔ (مرجع سابق)

تھانوی صاحب کی چودہویں گریز

اخیر میں اس کا خلاصہ بھی ضروری ہے کہ تھانوی صاحب اس سے قبل تیرہ (۱۳) بار مناظرہ سے گریزپائی اختیار کرچکے تھے۔ اس کو ملائیں تو اب چودہ (۱۴) کا عدد مکمل ہوجاتا ہے۔ اوراسی لئے مضمون نگار نے تھانوی صاحب کی چودہویں گریز کا عنوان منتخب کیا مضمون نگار رقم طراز ہیں:

" اور صدائے برنخاست۔ نہ جواب آیا نہ مناظرہ ہوا۔ تھانوی صاحب کی چودہویں گریز کھل گئی۔ اس سے پہلے ان کی بارہ گریزیں رشحہ اخیرہ میں شائع ہوچکی ہیں۔ تیرہویں گریز رشحہ اخیرہ سے تھی، اب ان کی چودہویں بفضلہ تعالیٰ یہ ہوئی جس میں ہمیشہ کے لئے مناظرہ سے استعفادیا ہے۔ وللہ الحمد۔ یہ ہے حقیقت اس جماعت ضالہ کی۔ در حقیقت حق پر باطل کسی طرح کامیاب نہیں ہوسکتا، حق حق ہے اور باطل باطل۔ کتنی بار تجویزیں ہوئیں کون تھا جو سامنے آتا"

(مرجع سابق، ص۷)

مناظرہ رنگون اور اعلیٰ حضرت

۱۶؍ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق ۹؍جنوری ۱۹۲۰ء کو ایک بار پھر تھانوی صاحب کے حواریوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو رنگون سے ایک خط ارسال کیا۔ جس میں اعلیٰ حضرت کو تھانوی صاحب کے مقابلے میں آنے اور ان سے مناظرہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اہل سنت کے عظیم مبلغ محمد لعل خان صاحب نے اس روداد کو کچھ اس طرح بیان کیا، ملاحظہ فرمائیں:

"اکابر فرقہ وہابیہ دیوبندیہ خذلھم اللہ تعالیٰ نے اپنی تصانیف میں رب العزت جل وعلا اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والثناء کی جو کھلی کھلی توہینیں کیں اور ان کے رد میں اہل سنت کی طرف سے بارہا کتب ورسائل واشتہارات شائع کئے گئے، مناظرہ کی دعوتیں دی گئیں، تبلیغ حق کی گئی کہ شاید راہ راست پر آئیں اور ان کلمات خبیثہ واقوال ملعونہ پر نادم ہو کر توبہ عمل میں لائیں، مگر جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے ان کو نہ باز آنا تھا نہ آئے۔ علما، عوام یہاں تک کہ وہ خود بھی خوب جانتے ہیں کہ یہ کلمات توہین والفاظ کفریہ ہیں، مگر اقرار کرنے اور توبہ کرنے میں اپنی اہانت سمجھ کر خود تو گمراہ ہوئے ہی تھے ایک عالم کو گمراہ کر ڈالا۔ واہ رے بے غیرتی کہ خدا اور سول جل وعلا و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین ہو تو ہوا کرے، مگر ان کی آن میں فرق نہ آنے پائے- اس فرقہ کے سرغنہ اور اس نئی ملت کے پیشواؤں میں سے مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی و مولوی نانوتوی صاحب اور مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب تو اپنے مقر کو پہنچ چکے۔ اب اس گروہ کی حکیم الامتی کی پگڑی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سر بندھی، جن کا یہ حال کہ دنیا کماتے ایک عالم کو گمراہ بناتے۔ جہاں کہیں اپنے خیال میں میدان خالی پاتے ہیں دون کی اڑاتے ہیں۔ جب اہل حق مقابلہ کے لئے آتے اور مردانگی کے ساتھ بلاتے ہیں تو پیٹھ دکھاتے ہیں۔ مدتوں کے فراری، جواب سے عاری، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی تازہ کارگزاری معائنہ فرمائیے۔ " [اخبار الفقیہ امرت سر پنجاب، ۵؍مارچ، ۱۹۲۰ء، ص۷]

اعلیٰ حضرت کو دعوت مناظرہ

محترم لعل خاں صاحب لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا الحاج الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں ۱۶/ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق ۹/جنوری ۱۹۲۰ء وقت مغرب رنگون سے اس مضمون کا تار موصول ہوتا ہے کہ:

"اشرف علی مناظرہ کے لئے تیار ہے آپ تشریف لائیے یا جلد انکار فرمائیے"

اعلیٰ حضرت مدظلہ کی طرف سے فوراً جواب دیا گیا کہ:

"اور ہم مدت سے مناظرہ کے لئے تیار ہیں اور اشرف علی فرار اول دو عالم بھیجتا ہوں کہ اشرف علی سے مہری دستخطی تحریر لیں۔ اور شرائط مناظرہ طے کریں۔ پھر اگر ضرورت ہوگی تو میں بھی آؤں گا جواب دیجئے۔"

جواب میں تین تار مختلف اصحاب کی طرف سے طلبی علما میں موصول ہوئے۔ جس میں ہر ایک مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی آمادگی مناظرہ کا مظہر اور طلب پر مصر تھا۔ چناں چہ بہ تعمیل صبح پنج شنبہ ۲۲/ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ چند علما بریلی سے روانہ ہوئے اور رنگون کو تار دے دیا گیا کہ علما روانہ ہو گئے"

[اخبار الفقیہ امرت سر پنجاب، ۵/مارچ، ۱۹۲۰ء، ص ۸،۷]

رامپور کے مشہور اخبار دبدبہ سکندری میں اس خبر کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے ....تنازعات دین میں پیدا کر دیے ہیں کہ اس وقت اہل سنت میں سخت برہمی و بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ اور حضرات علمائے اہل سنت اس فکر میں ہیں کہ یا تو تھانوی صاحب مناظرہ کر لیں یا اپنے ناپسندیدہ اقوال واپس لے کر اعلانیہ تائب ہو جائیں۔ لیکن بار بار دعوت مناظرہ پیش کرنے پر بھی ممدوح نے پیچھا دکھایا اور مناظرہ سے فرار کیا۔ جدید فرار کی کیفیت بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی

جو ذیل میں درج ہے:

۹/ جنوری ۱۹۲۰ء کو رنگون سے امام اہل سنت عظیم البرکت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی عم فیضہ کو بریلی میں اس مضمون کا ٹیلی گرام موصول ہوا کہ؛

"اشرف علی مناظرہ کے لئے تیار ہے آپ تشریف لایئے یا جلد انکار فرمایئے"

فاضل بریلوی نے جواب دیا کہ؛

"ہم مدت سے مناظرہ کے لئے تیار ہیں لیکن اشرف علی فرار ہے۔ اول دو عالم بھیجتا ہوں کہ اشرف علی سے مہری و دستخطی تحریر لیں اور شرائط مناظرہ طے کریں پھر اگر ضرورت ہو گی تو میں بھی آؤں گا جواب دیجئے"

جواب میں تین ٹیلی گرام مختلف لوگوں کے بریلی پہنچے، جس میں ہر ایک مولوی اشرف صاحب تھانوی کی مناظرہ پر آمادگی کا مظہر اور علمائے اہل سنت کی طلبی پر مصر تھا۔ چناں چہ ۵/ جنوری کو چند علما بریلی سے روانہ ہو گئے"

[دبدبہ سکندری: ۱۶/ فروری ۱۹۲۰ء ص ۷]

دعوت مناظرہ کی کہانی صدر الشریعہ کی زبانی

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی جو اس معاملہ میں رکن رکین کی حیثیت سے حاضر تھے- یہاں تک کی رُوداد ان کی زبانی کچھ یوں ہے:

"جنوری ۱۹۱۷ء بمطابق ۱۳۳۶ھ رنگون سے ایک تار آیا جو چودھری عبد الباری کا بھیجا ہوا تھا مضمون یہ تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی یہاں آئے ہوئے ہیں کیا آپ ان سے مناظرہ کرنے کے لئے یہاں آسکتے ہیں؟ چودھری عبد الباری کو یہاں کے لوگوں میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون شخص ہیں اور کس خیال کے ہیں؟ رنگون میں جو لوگ اپنی جان پہچان کے تھے ان میں سے کسی کا تار نہ دینا اور ایک غیر معروف شخص کا اس قسم کی اطلاع دینا باعث تعجب تھا۔ اور یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ واقعی مولوی اشرف علی صاحب جو ہمیشہ مناظرے سے فرار کرتے رہے، ممکن ہے رنگون میں لوگوں کو عقیدت مند بنانے

کے لئے مناظرہ کی تیاری ظاہر کی ہو۔ اور یہ خیال کیا ہو کہ یہاں کون آئے گا اور اگر آئے گا بھی تو کسی نہ کسی ترکیب سے مناظرہ ٹال دیا جائے گا، تاکہ لوگوں کی عقیدت باقی رہے اور جو لوگ ان کے دامن تزویر میں پھنس چکے ہیں وہ نکلنے نہ پائیں۔ اس معاملہ کو باہم مشوروں سے یہ طے کیا گیا کہ چودھری عبد الباری صاحب سے مصارف سفر منگائے جائیں اگر انہوں نے بھیج دیا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تار کسی فریب پر مبنی نہیں ہے۔ چناں چہ ان کو تار سے اطلاع دی گئی کہ تین شخصوں کے لئے سفر خرچ روانہ کر دیں کہ ان کو ہم یہاں سے روانہ کریں گے۔ اس وقت مولوی عبد العلیم میر ٹھی، مولانا عبد الکریم چتوڑی (یہ اس وقت میرے پاس پڑھنے کے لئے اپنے وطن سے آئے تھے اور مشغول تدریس تھے) یہ تینوں صاحبان بریلی سے کلکتہ ہوتے ہوئے رنگون جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے چودھری عبد الباری کے نام ایک تار روانہ کیا کہ فلاں فلاں شخص کو روانہ کرتا ہوں اگر میرے آنے کی ضرورت ہو تو وقت پر میں بھی پہنچوں گا۔ اور ایک تار کلکتہ بنام حاجی محمد لعل خاں صاحب روانہ کیا کہ یہ لوگ فلاں ٹرین سے جا رہے ہیں۔"

[حیات صدرالشریعہ، ص ۵۴،۵۳، از بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی]

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ صدرالشریعہ کے حوالے سے بحر العلوم علیہ الرحمہ نے جو سن عیسوی اور ہجری درج فرمائی ہے اس میں نقلاً سہو واقع ہوا ہے، کیوں کہ اخبار الفقیہ، اور دبدبہ سکندری میں اس واقعہ کو ۱۹۲۰ء مطابق ۱۳۳۸ھ کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے اور یہی ٹھیک ہے۔

اعلیٰ حضرت کا گرامی نامہ بنام تھانوی

قبل ازیں کہ آگے کی روداد بیان کی جائے مناسب ہو گا کہ یہاں اعلیٰ حضرت کا صحیفہ منیفہ جو آپ نے تھانوی صاحب کے نام مناظرہ کے حوالے سے چند ضروری شرائط کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا نقل کر دیا جائے:

نقل مفاوضہ عالیہ اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وسیع المناقب تھانوی صاحب! والسّلام علیٰ من اتبع الھدی

آپ کو پندرہ (۱۵) سال سے مناظرہ کے لئے بلایا جاتا ہے اور آپ کو فرار ہے صاف انکار ہے، بلکہ اس فن سے اپنے اور اپنے اساتذہ سب کے جاہل ہونے کا اقرار ہے۔ اور انصافاً مناظرہ کے لئے حالت منتظرہ ہی کون سی باقی رہ گئی ہے۔ تمام اکابر علماے حرمین طیبین آپ کی اور آپ کے اکابر کی صاف تکفیر فرما چکے، وہ بھی اس شدت قاہرہ کے ساتھ کہ جسے ان کے کفر میں شک ہو وہ بھی کافر ہے۔ آپ سے اپنا کفر نہ اٹھنا تھا نہ اٹھ سکا۔ اٹھنا درکنار سال کے بعد پونے دو ورق کی ایک ضخیم تحریر لکھی جس پہ چھوٹا سا نام بسط البنان بکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان اور اس میں ٹھنڈے جی اپنا کافر ہونا قبول کیا۔ بلکہ جیسا علماے حرمین شریفین نے ارشاد فرمایا تھا اس سے دو کفر اپنے اوپر اور بڑھائے تاویل کی جو حرکت مذبوحی کی اس کے رد میں وقعات السنان وادخال السنان دو رسالے رجسٹری شدہ بھی آپ کے یہاں پہنچ گئے۔ اور آپ کسی کا جواب نہ دے سکے۔ پھر وضوح حق میں کیا باقی رہ گیا؟ اور مرآدباد کے واقعہ نے تو آپ اور آپ کے تمام موالی کے ماتھے پر جلی قلم سے سورہ مدثر شریف کی دو آیتیں لکھ دیں جن کی دوسری ہے؛ قوۃ من قسورۃ کیا جوش تھے کہ ہم تو مناظرہ کو تیار ہیں احمد رضا کو جو بلائے پانچ سو (۵۰۰) دیں گے ہزار دیں گے۔ یہاں اطلاع آتے ہی میں نے فوراً تاریخ مقرر کی اور تاریخ سے ایک دن پہلے پہنچ گیا۔ اب کیا تھا سب لوہے ٹھنڈے۔ جان کے لالے پڑ گئے یا مجسٹریٹ المدد، یا پولیس الغیاث، ہائے وائے کر کے مناظرہ بند کیا۔ جب حالتیں یہ رہیں تو کیا مردانگی ہے کہ یہاں ہمیشہ فرار پر فرار کیجئے اور ہزاروں میل سمندر پار رنگون جا کر غوغا مچائیے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان وہاں آپ کا تعاقب نہ کرے گا۔ حاشا وللہ۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المناقین لایعلمون وان عندنالھم

الغالبون کان حقاً علینا نصر المومنین ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلاً

اگر یہ سچ ہے کہ آپ کو ہوس مناظرہ پیدا ہوئی ہے تو فوراً سے پیشتر اپنی مہری دستخطی اپنے قلم کی لکھی ہوئی اقراری تحریر دیجئے کہ آپ اپنے اور اپنے اکابر گنگوہی اور نانوتوی صاحبان کے کفر و ارتداد کے بارے میں مجھ سے مناظرہ کریں گے اور اس میں ان شرائط کا قبول درج کیجئے۔

(۱) میرا مخاطبہ صرف آپ تھانوی صاحب سے ہوگا یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنے تمام لواحق وعلائق کو اپنی مدد کے لئے جمع کر لیجئے وہ آپ کو مدد پہنچائیں مگر مکالمہ صرف آپ سے ہوگا۔ دوسرا بولنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۲) مبحوث عنہ مسئلہ دائرہ آپ اور گنگوہی ونانوتوی صاحبان کا کفر ہوگا اگر بفرض محال اس سے نجات پالیجئے۔ تو دوسرا مرحلہ آپ اور آپ کے امام الطائفہ کا کفر لزومی ہوگا۔ جب تک آپ یہ دونوں مرحلے طے کر کے اسلام کے دائرے میں نہ آلیں بحث بدلنے اور کسی اور مسئلہ کی طرف چلنے کا اختیار نہ ہوگا۔ ان کے طے ہونے کے بعد شوق سے اور جو مسئلہ چاہیے اور چھیڑیے۔

(۳) طرفین سے جو کچھ کہا جائے گا لکھ کر اسی وقت فریق ثانی کو دیا جائے گا کہ بدلنے مکرنے کی گنجائش نہ رہے۔

(۴) گھر میں معاودت میں آپ کو بریلی سے گزرہے اور سنا گیا کہ یہاں خود آپ کی بیٹی کا گھر ہے، اگر یہاں مناظرہ قبول کیجئے تو آپ کو بھی آسانی ہوگی۔ تاریخ مقرر کر کے برما سے کشمیر تک اعلان دے دیجئے کہ جو لوگ چاہیں آئیں۔ اور اگر وہیں آپ کی امان ہے تو فقیر بعون القدیر اس کے لئے بھی حاضر- مگر میرے اور میرے تمام رفقاء معززین وملازمین کے جملہ مصارف آمد و رفت ہمارے عوائد کے موافق دینے ہوں گے۔

(۵) مجسٹریٹ ضلع سے تحریری اجازت لے کر دکھانی ہوگی کہ پھر مراد آباد کی طرح

واویلانہ کیجئے۔

(۶) اگر ہم آئے اورآپ مرادآباد کی طرح روپوش رہے یا کسی حیلہ سے مناظرہ ٹالا تو ہمارا کافی ہرجہ آپ کو دینا ہوگا جس کا اطمینان پہلے کر دینالازم۔

(۷) ان تمام شرائط پر مشتمل فوراً تحریر دیجئے اوران کی عملی کارروائی کے ساتھ باتفاق فریقین تاریخ مقرر کیجئے، ورنہ کبھی مناظرہ کانام نہ لیجئے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

شب بست و دوم ماہ فاخر ربیع الاخر

لیلۃ الخمیس ۱۳۳۸ من ھجرۃ انفس نفیس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و آلہ وصحبہ وبارک وسلم

فقیر احمد رضاخاں عفی عنہ، دستخط ومہر اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی۔"

[اخبارالفقیہ امرت سر پنجاب، ۵/ فروری، ۱۹۲۰ء، ص۹،۸،]

[چہارورقی رسالہ بعنوان مولوی اشرف علی صاحب کا مناظرہ سے جدید فرار ص ۴،۳ مطبع اہلسنت وجماعت نمبر ۲۲/ زکریا اسٹریٹ، کلکتہ)

کلکتہ میں علما کی تشریف آوری اور تھانوی صاحب کا تعاقب

اہل سنت کا تین نفری قافلہ ۲۳/ ربیع الآخر کو کلکتہ پہنچ گیا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب یہیں آنے والے ہیں۔ لہٰذا مولانا عبدالکریم چتوڑی کو رنگون بھیج دیا تاکہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیں اورانہیں آگاہ فرمائیں کہ اگر تھانوی صاحب سے کلکتہ ہی میں ملاقات ہوگئی تو ہم یہیں ان سے بات کرلیں گے اور پھر جب تھانوی صاحب کلکتہ آگئے تو صدرالشریعہ نے ایک معزز جماعت کے ہاتھ ایک تحریر مناظرہ کے حوالے سے روانہ فرمائی۔ اوراس کا تحریراً جواب طلب فرمایا۔ مگر جب وہ تحریر تھانوی کو ملی توانہوں نے اپنی سابقہ روش پر عمل کیا یعنی مناظرہ سے فرار اور تحریر دینے سے انکار۔

ملاحظہ فرمائیں حاجی محمد لعل خاں کی زبانی:

”اب کیا تھا سب لوہے ٹھنڈے ۔ فرار پر فرار کیا۔ علمائے اہل سنت شام جمعہ ۲۳/ربیع الآخر کو کلکتہ پہنچے ۔ یہاں آکر ان کو یہ معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب صبح یک شنبہ ۲۵/ربیع الآخر ۳۸ھ کلکتہ میں آنے والے ہیں - اس لئے بعض تو صبح جہاز سے راہی رنگون ہوئے۔ اور اعلیٰ حضرت مدظلہ اقدس کے دو جلیل القدر خلفاء حضرت مولانا ابو العلاء حکیم مفتی محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی اور محمد عبد العلیم صاحب صدیقی ایم ایف مبلغ اسلام یہ سوچ کر کہ تھانوی کو یہیں گھیرنا چاہیے اور انہیں مناظرہ کا اعلان دے دیا جائے کہ جو کام رنگون میں کرنا تھا یہیں عمل میں لایا جائے کلکتہ ہی میں ٹھہر گئے۔“

[اخبار الفقیہ امرت سر پنجاب، ۵/فروری ۱۹۲۰ء، ص۸]

صدر الشریعہ کا گرامی نامہ بنام تھانوی

حاجی محمد لعل خاں لکھتے ہیں:

”سنی مسلمانوں کی ایک معزز جماعت کے ہاتھ ان کے پاس صبح یک شنبہ ۲۵/ ربیع الآخر ۳۸ھ عین جلسہ وعظ میں ان علما نے ایک خط بھیجا، مگر چھوٹی سی مسجد پھر دروازہ پر بندش ۔ بعد وعظ جناب تھانوی صاحب فوراً موٹر پر سوار قیام گاہ کی طرف فرار - نامہ بر قیام گاہ ہی پر آئے پھر بھی نہ ملنے کے لئے کھانے اور سونے بیت الخلاء جانے کے بہانے۔ بہر نہج اس جماعت نے حاجی محمد اسماعیل صاحب پٹنہ والے تاجر کولوٹولہ کی معرفت وہ خط تھانوی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کا مضمون ذیل میں درج ہے:

نقل گرامی نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وسیع المناقب جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ماھو المسنون

رنگون سے بعض صاحبوں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس کی خدمت میں تار بھیجے کہ مولوی اشرف علی صاحب مناظرہ کے لئے تیار ہیں آپ مناظرہ فرمایئے جواب دیا گیا کہ ہم مدت سے مناظرہ کے لئے

تیار اور اشرف علی فرار، دو عالم بھیجتا ہوں کہ اشرف علی سے مہری دستخطی تحریر لیں اور شرائط مناظرہ طے کریں اور ضرورت ہوگی تو میں بھی آؤں گا۔ جواب آیا کہ عالموں کو بہت جلد بھیجئے اس تار کے پہنچنے پر بریلی کے چند علما فوراً روانہ ہوئے جن میں سے بعض رنگون چلے گئے اور بعض یہ سن کر کہ آپ یہاں آنے والے ہیں اس وجہ سے ٹھہر گئے کہ یہیں فیصلہ کرلیں۔ لہٰذا اب آپ سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ ہمیں مناظرہ کی بابت لوگ رنگون بلائیں اور آپ وہاں سے کلکتہ چلے آئیں - کیا آپ مناظرہ کے لئے تیار ہیں؟

اگر ہوں تو تاریخ و مقام و تمام شرائط مناظرہ طے فرمالیں۔ اور اس کے لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں آپ اجازت دیں یا آپ خود یہاں آئیں۔ اور تمام شرائط طے کرکے اپنی مہری دستخطی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی اقراری تحریر دیجئے۔ نیز ہم آپ کو لکھنے کے لئے تیار ہیں تاکہ اسی کے موافق عمل کیا جائے، یا انکاری جواب سے بذریعہ تحریر اطلاع دیجئے۔ اور تحریری جواب نہ دینا آپ کے فرار کی بین دلیل ہوگا۔

والسلام علی من اتبع الھدی

فقیر امجد علی رضوی

۲۵/ ماہ فاخر ربیع الآخر یو یکشنبہ ۳۸ھ

مکرر یہ کہ مبحوث عنہ آپ اور آپ کے اکابر گنگوہی و نانوتوی صاحبان کا فکر ہوگا اور اس تحریر کے جواب کا وصول تحریر سے چھ گھنٹے بعد تک انتظار کیا جائے گا فقط۔''

[مرجع سابق ص،۸]

اخبار دبدبہ سکندری کی خبر ملاحظہ ہو:

''۱۶/ کو داخل کلکتہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر ان حضرات کو معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب ۱۸/ جنوری کو کلکتہ داخل ہونے والے ہیں، اس لئے بعض حضرات تو ۱۷/ کو صبح کے وقت جہاز سے رنگون روانہ ہوگئے اور مولوی امجد علی صاحب قادری اور محمد عبد العلیم

صاحب صدیقی یہ خیال کر کے کہ مولوی اشرف علی صاحب کو یہیں گھیرنا چاہیے اور مناظرہ کا اعلان دینا چاہئے، کہ جو کام رنگون میں کرنا ہے یہیں کر لیا جائے، کلکتہ ٹھہر گئے۔ اور سنی مسلمانوں کی ایک معزز جماعت کی معرفت مولوی اشرف علی صاحب کے پاس ۱۸ر جنوری کو عین جلسہ وعظ میں ان علمانے ایک خط بھیجا، یہ جلسہ وعظ ایک چھوٹی سی مسجد میں تھا، جس کے دروازہ پر لوگوں کی بندش تھی، وعظ ختم فرما کر جناب تھانوی صاحب فوراً موٹر پر سوار ہو کر قیام گاہ تشریف لے آئے۔ نامہ بر قیام گاہ پر آئے یہاں ملاقات نہ کرنے کے حیلے حوالے کئے گئے۔ بعدہ اس جماعت نے حاجی محمد اسمعیل صاحب پٹنہ والے تاجر کولوٹولہ کی معرفت وہ تحریر جناب مولوی اشرف علی صاحب کی خدمت میں پیش کی"

[دبدبہ سکندری: ۱۶ر فروری ۱۹۲۰ء ص۷]

آگے کی روداد صدرالشریعہ کی زبانی سنیں:

"ہوڑہ میں گاڑی سے اُترنے کے بعد استقبال والی جماعت میں سے بعض نے یہ کہا کہ آپ لوگ جن کے مناظرہ کے لئے رنگون جانا چاہتے ہیں سنا ہے وہ کل خود کلکتہ آنے والے ہیں (یعنی تھانوی صاحب)۔ اور بیان کنندہ نے یہ بھی بتایا کہ ان کے متعلق ایک اشتہار شائع ہوا ہے کہ وہ کل آئیں گے اور پرسوں ان کا فلاں جگہ وعظ ہے۔ تلاش کرنے پر نہ تو اشتہار ملا اور نہ تھانوی صاحب کے آنے کی متحقق اطلاع ملی۔

جس شام کو کلکتہ اترے اس کی صبح کو رنگون جہاز جانے والا تھا اگر اس سے جاتے ہیں اور تھانوی صاحب کلکتہ آجاتے ہیں تو جانا بیکار۔ اور اگر نہیں جاتے ہیں اور فرض کیجئے کہ تھانوی صاحب بھی نہیں آئے تو ہمارے اس تین روز کی تاخیر سے اہل رنگون کو پریشانی اور مخالفین کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے۔ لہٰذا یہ رائے طے پائی کہ مولوی عبدالکریم صاحب چتوڑی کو صبح کے جہاز سے رنگون روانہ کر دیا جائے اور ہم یہیں کلکتہ رہ کر تھانوی صاحب کا انتظار کریں۔ مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ کہہ دیا، اہل رنگون کو اس تقدیر پر کہ تھانوی صاحب وہاں موجود ہوں یہ سمجھا دیں کہ وہ گھبرائیں نہیں، دوسرے جہاز سے فلاں

اور فلاں آرہے ہیں۔ اور اسی مضمون سے کلکتہ سے ایک تار بھی دے دیا۔

”چوں کہ آج مولوی تھانوی صاحب کے یہاں آنے کی خبر ہے اس لئے ہم اپنا سفر ملتوی کرتے ہیں اور مولوی عبد الکریم صاحب کو روانہ کرتے ہیں۔“

رنگون کا جہاز آیا اس سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کلکتہ وارد ہوئے ہیں۔ فلاں جگہ ان کا قیام ہوگا۔ اور فلاں جگہ ان کی تقریر یہ اطلاع پاکر میں نے تھانوی صاحب کے پاس ایک تحریر لکھی کہ رنگون سے یہ تار دیا گیا ہے کہ آپ مناظرہ کے لئے تیار ہیں، اور علماے اہل سنت کو مناظرہ کی دعوت ہے۔ کلکتہ آنے کے بعد ہم کو یہ معلوم ہوا کہ آپ آج یہاں وارد ہونا چاہتے ہیں ان دونوں باتوں کو سن کر سخت تعجب ہوا۔

اگر آپ مناظرہ کے لئے تیار تھے تو رنگون سے واپس کیوں آئے؟ اور نہیں تیار تھے تو سمندر پار مناظرہ کے اعلان کی کیا ضرورت تھی، بہر حال آپ کی آمد کی اطلاع پاکر میں یہاں رک گیا ہوں۔ اگر آپ واقعی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم حاضر ہیں۔ اگر آپ ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں تو شوق سے آئیے۔ آپ کی حفاظت اور نقض امن کے ہم ذمہ دار ہیں۔
یہ مختصر تحریر لکھ کر مولوی محمد یحییٰ صاحب بلیلاوی اور شیخ محمد یعقوب صاحب چھپراوی کے حوالے کی گئی کہ آپ دونوں صاحبان دو ایک معتبر آدمی کو لے کر مولوی اشرف علی صاحب کے پاس جائیں اور جواب لائیں - ان جانے والے صاحبان کا بیان ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تک پہنچنے میں بہت دشواریاں پیش آئیں، مگر کسی نہ کسی طرح ہم ان تک پہنچ گئے اور تحریر ان تک پہنچادی۔ انہوں نے پڑھنے کے بعد مناظرہ سے انکار کر دیا اور حسب عادت تحریری جواب نہ دیا۔ یہ صاحبان وہاں سے تھانوی صاحب کا جو جواب لائے وہ اور تمام واقعات مفصل طور پر لکھ کر ایک اشتہار کی صورت میں اسی روز شائع کیا گیا۔“

[حیات صدر الشریعہ، ص۵۵،۵۴]

کلکتہ سے تھانوی صاحب کا فرار

بالجملہ تھانوی صاحب مناظرہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ بلکہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ وہ اسی دن کلکتہ سے فرار ہوگئے۔ البتہ اہل سنت نے تین دن تک ان کا انتظار کیا اور پھر اطلاع عام کے لئے اشتہار اور تفصیلی تحریر شائع کی گئی۔ اور مسلسل تین روز تک اجلاس ہوئے۔ جس سے کلکتہ کی مسموم فضا عقائد کی خوشبو سے معطر ہوگئی۔

حاجی محمد لعل خاں رقمطراز ہیں:

"اگرچہ اسی دن شام یکشنبہ کو معتبر ذرائع سے یہ خبر ملی کہ جناب تھانوی صاحب تھانہ کی طرف بھاگ گئے اور کلکتہ سے تشریف لے گئے۔ تاہم صبح سہ شنبہ ۲۷/ربیع الآخر ۳۸ھ تک انتظار جواب کیا گیا اب تک جواب نہ ملنے پر اطلاع عام کے لئے یہ تحریر شائع کی جاتی ہے کہ منصف مزاج اہل نظر خود ہی غور کرلیں کہ یہ فرار کیا معنی رکھتا ہے۔ خدانخواستہ اہل کلکتہ ان کے ساتھ بمبئی والوں کا سا برتاؤ تو غالبًا نہ کرتے جو اس طرح روپوشی اختیار کی گئی۔ اگر وہ مقابلہ کی ہمت رکھتے ہیں تو یہ کفر و اسلام کا معاملہ ہے کیا وجہ کہ جواب بھی نہیں دیتے۔ ظاہر ہے کہ ان پر خود ان کی شکست روشن اس لئے مناظرہ سے گریز۔ ورنہ اُمور دینی پر مناظرہ تو اجلہ صحابہ وائمہ کا شعار رہا ہے۔ یہ وفد مبارک اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی طرف سے مامور تھا کہ تھانوی صاحب سے مناظرہ کرے۔ اگر وہ ان سے مناظرہ کرنے پر راضی نہ ہوں بلکہ اعلیٰ حضرت سے ہی مناظرہ چاہیں تو یہ تحریک پیش کرا کے شرائط طے کرے

ع دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی

...... کلکتہ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور ان راہزنان دین کی ابلہ فریبیوں سے بچانے کی غرض سے تین رات متواتر اہل سنت کے جلسے رہے۔ اور بعونہ تبارک و تعالیٰ حق واضح کو واضح تر کر دیا گیا۔ وما علینا الا البلاغ۔

اب بھی اگر مدہوش و بدمست نہ سمجھیں اور غور نہ کریں، تو وہ جانیں اور ان کا

کام یاد رکھیں کہ؛ ان بطش ربک لشدید۔

[الفقیہ،۵/ مارچ ۱۹۲۰ء، صفحہ ۹،۸]

اخبار دبدبہ سکندری میں ہے:

"جس کے بعد معلوم ہوا کہ اسی دن شام کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تھانہ کی طرف کلکتہ سے تشریف لے گئے- اہل بصیرت نظر غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ فرار کیا معنی رکھتا ہے۔"

[دبدبہ سکندری:۱۶/ فروری ۱۹۲۰ء ص ۷]

کلکتہ میں حق کی فتح پر عظیم الشان اجلاس

صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

"اور اسی سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ ایک بڑے جلسہ میں تھانوی صاحب کا مناظرہ کا اقرار پھر مقابلے کا نام سنتے ہی فرار عام مسلمانوں کے سامنے بیان کر دیا جائے۔ اور علی الاعلان ان کو دعوت مناظرہ بھرے جلسے میں دی جائے کہ ان میں کچھ بھی دم ہو تو علمائے حق کے سامنے منہ کھولیں اور علیٰ رؤس الاشتہادان کی گمراہی ظاہر ہو گی۔ اور حق کا آفتاب نصف النہار پر چمکے گا۔ اور ان کی ضلالت و بطالت خود ان کی زبان سے عالم آشکارا ہو جائے گی۔ سننے میں آیا تھا کہ رنگون سے واپسی کے بعد تھانوی صاحب تقریباً ایک ہفتہ تک کلکتہ میں قیام کریں گے مگر جس ڈر سے رنگون سے وہ بھاگے اسی کا کلکتہ میں پھر سامنا کرنا پڑا- اگر قیام کرتے ہیں تو اپنے مریدین و معتقدین میں رُسوائی ہوتی ہے۔ لہٰذا فرار کی ٹھہرائی اور اس کا بھی انتظار نہ کیا کہ میل ٹرین یا ایکسپریس سے روانہ ہوں -مارے ڈر کے اور گھبراہٹ کے پسنجر ٹرین (Passenger Train) سے روانہ ہوئے جو کتنی دیر کے بعد مغل سرائے پہنچے گی۔ اور تھانوی صاحب کو اپنے وطن تک پہنچانے میں بنسبت ایکسپریس وغیرہ کے کتنا زائد وقت لے گی؟ جلسے کا چوں کہ اعلان ہو چکا تھا اس لئے بڑی دھوم دھام سے اور شان و شوکت کے ساتھ جلسے

کا انعقاد ہوا۔ تقریباً آٹھ نو ہزار کا مجمع ہو گا جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فضائل پر تقریر کی گئی اور اسی سلسلہ میں وہابیہ نے جو کچھ شان اقدس میں توہین کی، ان کا اور تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان وغیرہ کا مکمل رد کیا گیا۔ اور رنگون کے اس مناظرہ کے واقعہ کو بھی سنایا گیا جس سے تھانوی صاحب وہاں سے بھاگ کر کلکتہ آئے اور جب یہاں بھی بچنے کی کوئی صورت نہ ہوئی تو راہ فرار اختیار کی۔ سامعین ان بیانات سے محظوظ ہوئے اور ان کو وہابیوں کی مکاریاں اور شان رسالت میں ان کی بد گوئیاں معلوم ہوئیں۔ اس جماعت سے سخت نفرت ہوئی اور جلسے نے علی الاعلان ان سے نفرت کی۔ جلسے کے دوسرے دن تھانوی صاحب کے مناظرے اور فرار کی مختصر کیفیت بریلی وغیرہ بھیجی گئی۔ رنگون چودھری عبدالباری وغیرہ کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی اور یہ بھی ان کو تار دیا گیا کہ تھانوی صاحب نہ صرف رنگون بلکہ کلکتہ سے بھی بھاگ چکے ہیں۔ اب رنگون آنے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اور ایک روز قیام کر کے بریلی واپس جائیں گے''

[حیات صدر الشریعہ، ص۵۷،۵۶]

رنگون میں علمائے اہل سنت کا ورود مسعود

صدر الشریعہ اور ان کے ساتھ آنے والے علما نے اب بریلی آنے کا ارادہ کر لیا تھا کیوں کہ مقصد کلکتہ ہی میں پورا ہو چکا تھا۔ اب رنگون جانے میں بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا تھا۔ مگر اسی دوران رنگون سے ایک تار موصول ہوا جس میں وہاں کے نازک حالات کا تذکرہ تھا اور وہاں ان حضرات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی تھی۔ لہٰذا صدر الشریعہ اور علامہ عبد العلیم میرٹھی رنگون کے لئے روانہ ہو گئے۔

صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

''وہاں سے تار آیا کہ آپ کا رنگون پہنچنا بہت ضروری ہے، فوراً یہاں تشریف لائیے۔ اس تار کے آنے سے کلکتہ سے رنگون روانہ ہوئے اور اپنی روانگی سے اہل رنگون

کو اطلاع دی۔ رنگون روانہ ہونے کے وقت پہنچانے والوں کا ایک کافی مجمع تھا جو صرف الوداع کرنے کے لئے آئے تھے۔ ہمارا جہاز جب رنگون کی گودی کے قریب پہنچا تو استقبال کرنے والوں کا ہجوم اور جہاز سے اُترنے کا نظارہ ایک قابل دید منظر تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں اس وقت مسلمانوں کا مجمع گودی میں حاضر تھا، جو اپنے مہمانوں کے لئے اپنی آنکھیں فرش راہ کرنا چاہتے تھے۔ (اس وقت محض کلکتہ رنگون وغیرہ میں چند موٹریں تھیں)

جہاز سے اُترے تو استقبال کرنے والوں نے ملاقاتیں کیں - دیر تک ملاقاتوں کا سلسلہ رہا، پھر موٹر پر سوار ہو کر کئی موٹروں کے ساتھ یہ جلوس شہر کا دورہ کرتے ہوئے چودھری عبد الباری کے مکان پر پہنچا- اصل مقصد یہاں یعنی مناظرہ جس لئے ہم گئے تھے اگرچہ فوت ہو گیا تھا مگر چوں کہ اسی سلسلہ میں جانا ہوا تھا اس لئے سارے رنگون کی فضا اختلافی مسائل پر گفتگو چاہتی تھی -ہر جگہ اسی کا تذکرہ ،یہی چھیڑ چھاڑ، یہی گفتگو نظر آتی تھی۔ سیٹھ عبد الستار اسماعیل گونڈل والے نے جن کی دکان سورتی بازار میں تھی اور اعلیٰ حضرت قبلہ سے بیعت تھے۔ اور مجھ سے بھی اس سے پہلے سے کافی معرفت تھی یہ شخص خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے، اس کے دل میں نہایت سچا جوش مذہب تھا۔ اور بہت زیادہ دین دار، پابند شرع۔ اس موقع پر جب ہم رنگون پہنچے تو اس نے اپنے نیک مشوروں اور اچھی رائے سے بہت مدد کی- عبد الغنی پی پی یہ چپت پور کے رہنے والے میمن تھے، مذہب کا درد رکھتے تھے ،پہلے یہ معمولی حیثیت کے شخص تھے، ایک دوسرے میمن کے یہاں ملازم تھے، مگر جنگ عظیم کے زمانہ میں ملازمت چھوڑ کر بغیر کسی سرمایہ کے انہوں نے ایک مختصر سا کام کیا اور رفتہ رفتہ جنگ کے بعد تک اتنی ترقی کی کہ چھ سات .....سے کم کی ان کی حیثیت نہ تھی یہ مع اپنے بیٹے عبد الستار کے نہایت حاضر باش تھے۔ اور موٹر کار کے ابتدائی دور میں ان کے پاس بھی ایک عمدہ نفیس موٹر کار تھی۔ جس کو انہوں نے ان علما کی سواری کے لئے جب تک ان کا رنگون میں قیام ہوا مخصوص کر دیا تھا۔ اور اپنے ڈرائیور عبد اللہ جو بارہ بنکی کے رہنے والے اور پکے سنی تھے ، حکم دے دیا تھا کہ صبح سے

رات کے ایک دو بجے تک یہ موٹر ان کے پاس رہے، جب سب کاموں سے فرصت پالیں اس وقت موٹر مکان میں واپس ہوا کرے۔ چناں چہ جب تک رنگون میں قیام رہا ایسا ہی ہوتا رہا۔"

[حیات صدرالشریعہ، ص۵۸،۵۷]

رنگون میں اہل سنت کے جلسے

صدرالشریعہ آگے فرماتے ہیں:

"بفضلہ تعالیٰ شہر رنگون میں بڑی دُھوم دھام بڑی آب و تاب بڑے اہتمام کے ساتھ نہایت کامیاب جلسے ہوتے رہے۔ جلسے میں کئی کئی ہزار کا اجتماع ہوتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لاؤڈ اسپیکر کا نام بھی کہیں سننے میں نہیں آیا تھا۔ کئی کئی ہزار کے مجمع میں اس طرح تقریر کرنا سارے مجمع کو آواز پہنچے کتنا دُشوار امر تھا- بحمدہ تعالیٰ جلسہ ہمہ تن گوش بنا رہتا تھا۔ اول سے اخیر تک پوری تقریر سنتا تھا اور ان تقریروں کا کافی طور پر اثر ہوتا تھا- تھانوی صاحب کا اعلان مناظرہ کے بعد بھاگ جانا، پھر ان کے بعد علمائے اہل سنت کا پہنچنا ان سب باتوں کا مجموعی حیثیت سے اتنا اثر تھا کہ اہل سنت میں پوری بیداری ہو چکی تھی اور دینی باتوں کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش بنے ہوئے تھے۔ جلسوں میں دینی اُمور کا تذکروں کے ساتھ ساتھ بدمذہبوں خصوصاً وہابیوں کا پورا پورا رد کیا جاتا تھا، جس سے سامعین بہت محظوظ ہوتے تھے اور ان کی معلومات میں بہت اضافہ ہوتا تھا- روز بروز عوام کی دلچسپی بڑھتی دیکھ کر وہاں کے سورتی وہابیوں کے دلوں میں آتش غضب بھڑکنے لگی اور اپنی آگ میں خود جلنے لگے۔

تھانوی صاحب کے بلانے پر ان کو بہت افسوس رہا کہ ہمارے اتنے دنوں کا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا اور قصر وہابیہ جس کو ہم نہایت مستحکم سمجھے ہوئے تھے، صدائے حق سے پارہ پارہ ہو کر منہدم ہو گیا۔

[مرجع سابق، ص۵۸]

وہابیہ کی ابلہ فریبیاں

مزید فرماتے ہیں:

"انہوں نے سوچا کہ جس طرح تھانوی صاحب یہاں سے چلے گئے ان علماے اہل سنت کو بھی یہاں رہنے نہ دیا جائے بلکہ ان کو یہاں سے نکالنے کے لئے کوئی تدبیر عمل میں لائی جائے۔ مولوی ابراہیم جو سورتی مسجد کے اس وقت امام تھے اور تمام وہابیوں کے سرغنہ اور سردار تھے، سورتی مسجد کی امامت کی وجہ سے رنگون میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ان کے دل میں سب سے زیادہ خلش پیدا ہوئی۔ سوچتے سوچتے یہ ترکیب نکالی کہ کمپنیوں میں سب سے بڑا شخص جمال برادرس (Jamal Brothers) جو کئی کروڑ کا مالک تھا، گورنمنٹ میں بھی اس کا بہت اعزاز تھا، اس کمپنی کا مالک اس زمانہ میں عبدالکریم نامی تھا یہ شخص کثرت تمول کی وجہ سے بالکل دین سے بے تعلق تھا، نیچریت دماغ میں گھسی ہوئی تھی، اپنے گھر کی عورتوں کو موٹر پر بٹھا کر ادھر ادھر سیر و تفریح کے لئے جایا کرتا۔ وہابیہ نے مشورہ کر کے مولوی ابراہیم کو عبدالکریم جمال کے پاس بھیجا۔

مولوی ابراہیم نے جمال کے سامنے یہاں تک خوشامد کی کہ پگڑی اُتار کر اس کے قدم پر ڈال دی اور یہ کہا کہ ہماری عزت اور لاج تمہارے ہاتھ میں ہے، کسی طرح ایسی ترکیب لگاؤ کہ یہ علماے اہل سنت چلے جائیں بلکہ ان کے روانہ کرنے کی کوئی ایسی صورت نکلے جس میں یہ بالکل مجبور ہو جائیں اور انہیں جانا ہی پڑے تو ہمارا کام بن جائے گا۔ اس شخص کو دین سے تعلق تھا نہیں لیکن جب اس کے سامنے اتنی زبردست خوشامد کا مظاہرہ کیا گیا تو اس کو مال و دولت کے گھمنڈ نے اس طرف متوجہ کر دیا کہ میں تو بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہوں، دو تین مولویوں کو شہر رنگون سے نکال دینا کون سا مشکل ہے، اس بنا پر اس نے وعدہ کر لیا۔ اتفاق سے چودھری عبدالباری جن کے وہاں ہم لوگ مقیم تھے اور ان کے چھوٹے چھوٹے اسٹیمر (Steamer) سمندر میں چلے کرتے تھے، جہاز کے ملازمین نے اس زمانہ میں ہڑتال کی تھی اور اپنی تنخواہوں میں اضافہ چاہتے تھے، یہ معاملہ حکومت کی

طرف سے عبدالکریم جمال کے سپرد تھا کہ وہ اس میں فیصلہ کر دیں۔ عبدالکریم نے چودھری عبدالباری کو بلایا اوران حضرات علما کے متعلق یہ کہا کہ جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد پہلے جہاز سے ان کو کلکتہ روانہ کر دیا جائے۔ جمال کی باتیں سن کر چودھری عبدالباری کے ہوش اُڑ گئے کہ ایسا کرنا مذہب کے بھی خلاف اور مروّت وشرافت کے بھی خلاف کہ جن مہمانوں کو اتنی کوششوں کے ساتھ بلایا گیا ان کو اس طرح بلاوجہ رخصت کرنا میزبان کی نہایت درجہ ذلت اور سبکی ہے۔ ادھر جمال سے الگ خوف کہ وہ اتنا بڑا آدمی اگر ہم اس کے خلاف کریں تو کسی نہ کسی موقع پر ہمیں سخت سے سخت تکلیف پہنچائے گا۔ بلکہ اسٹیمروں کے ملازمین کا جو معاملہ اس وقت درپیش ہے اس میں وہ بالکل خلاف فیصلہ کر دے گا، تو میرا سخت سے سخت نقصان ہو گا۔ غرض دو متضاد چیزیں عبدالباری کے سامنے نظر آ رہی ہیں اور وہ پریشان ہو رہا ہے کہ میں کیا کروں؟ بلکہ جمال نے اثنائے گفتگو میں عبدالباری سے یہ بھی کہا کہ گورنر کا یہ حکم ہے جو میں تمہیں سناتا ہوں، ان باتوں کو سن کر عبدالباری نہایت پریشان حالت میں ان علما کے پاس حاضر ہوئے اور شرمندگی کے ساتھ تمام واقعات اور معذرت پیش کی۔ عبدالباری نے جب گورنر کا حکم ہونا بیان کیا تو سن کر تعجب ہوا اور یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آیا کہ بلاوجہ گورنر نے ایسا حکم کیوں دے دیا؟ محض اس کے کہنے پر باور نہ کرنا چاہیے بلکہ گورنر سے مل کر دریافت کرنا چاہیے کہ ایسا حکم دیا کہ نہیں اور اگر حکم دیا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

[حیات صدرالشریعہ، ص۵۹،۶۰]

مبلغ اسلام عبدالعلیم صدیقی میرٹھی گورنر ہاؤس میں

صدرالشریعہ مزید فرماتے ہیں:

"چناں چہ مولانا عبدالعلیم میرٹھی جو انگریزی داں شخص بھی ہیں بعض اور شخصوں کو لے کر گورنر سے ملنے گئے۔ اور دریافت کیا کہ کیا آپ نے ہمارے جانے یا رہنے کے متعلق کوئی حکم دیا ہے معلوم ہوا کہ نہیں ۔ پھر یہ بتاؤ کہ ہماری جماعت مذہبی جماعت ہے، ہم عوام کے

سامنے اسلام اور مذہب کی باتیں پیش کرتے ہیں، ان کو امن و صلح سے رہنے کی ہدایت کرتے ہیں، گورنر نے اس پر یہ کہا کہ ہم ایسے علما کا وجود اپنے ملک میں بہت پسند کرتے ہیں ہماری عین خوشی ہے کہ آپ لوگ زیادہ سے زیادہ اس ملک میں قیام کریں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔جب یہ معاملہ ہو گیا کہ گورنر نے ایسا حکم نہیں دیا ہے اور عبد الکریم جمال نے غلط طور پر عبد الباری کو ڈرانے کے لئے ایسا کہہ دیا تھا تو اب صرف یہ بات رہ جاتی ہے کہ اگر عبد الباری اپنے یہاں ان علما کو ٹھہراتا ہے تو جمال اس کے خلاف ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کو عبد الباری برداشت نہیں کر سکتا۔ عبد الباری علما کے سامنے لچکنے لگا اور جمال کا خوف ظاہر کرنے لگا۔ یہ ایک نہایت نازک معاملہ تھا کہ جس نے بلایا اور جس کے یہاں قیام تھا اور جس کے مہمان ہیں وہی رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، تو رنگون میں رہنے کی صورت کیا ہے؟ اور اسی طرح چلے آنا نہایت ہی بری بات ہے۔“

[حیات صدر الشریعہ، ص،۶۱،۶۰]

علمائے اہل سنت اور فضل خداوندی

ایسے نازک حالات میں جب کہ علمائے اہل سنت کے خلاف قارونی چالیں چلی جا رہی تھیں اور بظاہر کوئی سبیل نظر نہیں آرہی تھی اچانک علمائے اہل سنت پر اللہ کا فضل ظاہر ہوا اور مسدود راہیں کھلتی اور ہموار ہوتی چلی گئیں- ملاحظہ فرمائیں:

صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

”قدرت کی طرف سے ایک شخص جس کا نام ابراہیم ویلی سورتی تھا وہ تیار ہو گئے اور انہوں نے سب کے سامنے کہا کہ ہم اس طرح جانے نہیں دیں گے، یہ حضرات یہاں رہیں اور ان کے وعظ و تقریر ہوتے رہیں اور جب خود ان کی طبیعت وطن جانے کی چاہے اور یہ حضرات اپنے خیال میں یہ سمجھ لیں کہ یہاں کی ضرورت پوری ہو گئی، اس وقت ان کی خواہش پر ہم ان کو باعزت طور پر رخصت کریں گے۔اور اگر اس معاملہ میں جمال آڑے آتا ہے تو مجھ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے- جمال میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اس کا جو جی

چاہے کر دیکھے ہم ان علما کو اسی وقت اپنے مکان پر لے جاتے ہیں۔ ابراہیم ویلی حقیقتاً ایک بہت ہی جوشیلا سنی تھا اور بات کا نہایت پختہ اور دھنی تھا اور سورتی قوم پر بھی اس کا کافی اثر تھا، اس کی کوٹھی شہر سے تین میل فاصلے پر تھی، فوراً گاڑیاں منگوائی گئیں اور حضرات علماے کرام کا جو کچھ سامان تھا اس کو ابراہیم ویلی کی کوٹھی پر روانہ کیا گیا اور خود یہ حضرات موٹر سے وہاں پہنچے۔

ابراہیم ویلی کی کوٹھی اگرچہ شہر سے دُور تھی پھر بھی صبح سے آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ سیٹھ ابراہیم دونوں وقت کم از کم پچاس ساٹھ آدمیوں کے کھانے کا انتظام رکھتے تھے اور تقریباً اتنے ہی آدمی دونوں وقت دستر خوان پر ہوتے تھے۔"

[حیات صدر الشریعہ، ص۶۱]

رنگون میں سنیت کا بول بالا

صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

"رات میں شہر میں جہاں جلسہ ہوتا، علما وہاں تقریروں کے لئے تشریف لے جاتے۔ آدمیوں کا اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ جلسے کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ مصافحہ میں صرف ہوتا تھا، دو بجے یا اس کے بعد قیام گاہ پر واپسی ہوتی تھی۔ ...... دو ہفتہ سے زائد قیام کے بعد جب وہاں کی فضا بحمدہ تعالیٰ بالکل درست ہو گئی اور گلی گلی میں اہل سنت کی حقانیت پر اظہار خیال ہونے لگا۔ اور یہاں کی ضرورتوں نے واپسی پر مجبور کیا مقتدر حضرات سے وہاں سے روانگی کے متعلق کہا گیا اور یہ طے پایا کہ فلاں روز روانگی ہو گی، بلکہ سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ بھی ان علما کے لئے خرید لئے گئے۔

[حیات صدر الشریعہ، ص،۶۱، ۶۲]

باسی کڑی میں اُبال

مزید فرماتے ہیں:

"جب وہابیوں کو اطلاع ملی کہ یہ لوگ روانہ ہونے والے ہیں، ٹکٹ خرید لئے گئے

ہیں اب کسی طرح نہ رکیں گے، تواس وقت جب کہ یہ سب حضرات سیٹھ عثمان عبد الغنی ہی کے دفتر میں موجود تھے، مولوی ابراہیم سورتی کی طرف سے ایک آدمی آتا ہے اور مناظرہ کا پیغام دیتا ہے، کیوں کہ انہوں نے یہ جانا تھا کہ اب تو یہ لوگ جا ہی رہے ہیں، کہنے کو تو ہو جائے گا کہ میں نے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا مگر منظور نہیں کیا۔ لیکن اہل حق بفضلہ تعالیٰ شیاطین کے مکائد سے محفوظ رہتے ہیں۔اسی شخص سے فوراً یہ اطلاع بھیجی جاتی ہے کہ ہم مناظرہ کے لئے موجود ہیں، اگرچہ آپ اس قابل نہیں کہ آپ کو منہ لگایا جائے مگر ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے، اگر آپ خود مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ! جگہ اور وقت وغیرہ آج طے کر لیا جائے اور ہم اپنی روانگی کو ملتوی کرتے ہیں اور آپ کے جواب آنے پر ہم اپنے ٹکٹوں کو بیکار کیے دیتے ہیں۔ لیکن اگر آپ نے محض ہمارے ٹکٹ کے روپے برباد کرنے کا ارادہ کیا ہے اور مناظرہ کا نام صرف دھوکہ دینے کے لیے لیا ہے اور ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آپ تو کیا آپ کے اکابر میں بھی ہمت و جرأت نہیں ہے۔ ہم نے ٹکٹ خراب کر دیا اور آپ نے مناظرہ نہ کیا تو ہمارے ٹکٹ کی قیمت آپ کو دینی ہو گی۔ اور یہ نقصان آپ کے ذمہ رہے گا۔ آپ کا جواب آنے کے بعد ہم ٹکٹ ضائع و بیکار کر دیں گے اور تین گھنٹہ تک ہم اس کا انتظار کریں گے۔ اگر یہ وقت گزر گیا اور آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو سمجھ لیا جائے گا کہ یہ آپ کی طرف سے ایک فریب تھا جو ہمیشہ آپ کے ہم مذہبوں کا شیوہ رہا ہے۔ بھلا ان کی ہمت کیا ہوتی جو شیران حق کے مقابلے میں آتے دوسرے دن تک بھی اس کا جواب نہ آسکا تین گھنٹہ کیا معنی؟

[حیات صدر الشریعہ، ص، ۶۴،۶۵]

رنگون سے علما کی کامیاب رخصتی

صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

"جہاز کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ جہاز تین بجے کے بعد رات میں روانہ ہو گا مگر مسافر دن ہی دن میں نماز مغرب سے قبل سوار کر دیے جائیں گے۔ اس کے بعد حسب

دستور پھاٹک وغیرہ بند کردیے جائیں گے اور کسی کو آنے جانے کی اجازت نہ رہے گی۔ چناں چہ ان علما کے سامان وغیرہ بھی بعد نماز عصر جہاز پر روانہ کردیے گئے۔ اور ان کے کمروں میں لگادیے گئے۔ اور خود ان کے لئے اجازت لے لی گئی کہ بارہ بجے رات کے بعد جلسے سے فارغ ہوکر یہ حضرات جہاز پر تشریف لائیں گے۔ اس شب میں بھی ایک بڑا عظیم الشان جلسہ تھا، جس میں کئی ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ حسب دستور مسائل، عقائد پر تقریریں ہونے کے بعد رنگون کا اتنے دنوں تک قیام اور ان میں جو کچھ بھی چھوٹے بڑے واقعات پیش آئے ان کو بیان کرنے کے بعد حسب دستور جلسہ صلوٰۃ وسلام پر ختم ہوا۔ اور حاضرین نے بڑے ذوق وشوق اور محبت کے ساتھ علما سے مصافحہ کیا۔ تقریباً دو ہزار آدمی جہاز تک رخصت کرنے کے لئے گئے۔ جس وقت گودی کا پھاٹک کھولا گیا ہے اور اتنے بڑے عظیم الشان مجمع کا داخلہ ہوا ہے، تو اہل شہر نے اپنے معزز مہمانوں کو رخصت کیا اور جہاز پر سوار کیا ہے۔ جدائی سے لوگوں کے دل بے تاب اور آنکھیں اشک بار تھیں۔ مجمع کی ایک دلچسپ کیفیت تھی جو دیکھنے کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ مجمع وہاں سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا، کسی طرح کہہ سن کر روانہ کیا گیا۔ اور یہ حضرات اپنے کمروں میں تشریف لے گئے۔ جہاز اپنے وقت پر روانہ ہوا اور سمندر کی لہریں کاٹتا ہوا کلکتہ پہنچا۔"

[حیات صدر الشریعہ، ص۶۵، ۶۶]

محترم ومعزز قارئین کرام!

آپ نے علمائے اہل سنت خصوصاً اعلیٰ حضرت کی فتوحات اور تھانوی جی کی شکست وفرار کی مختصر سی روداد قدیم ونایاب مصادر کے حوالہ سے مطالعہ فرمائی۔ اس روداد سے یہ حقیقت ثابت ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت نے کفر کے فتاوی جاری کرنے میں عجلت سے کام نہیں لیا، بلکہ منحرفین کو ایک مدت تک حق کی طرف رجوع کرنے اور اپنے موقف کی قابل قبول توجیہ وتاویل کرنے کا موقع بھی

دیا۔ اب بھی اگر کوئی کہے کہ مولانا احمد رضا یا بریلوی مکتب فکر کے علمانے تکفیر کے شوق میں ایسے فتاوی جاری کیے تو اس کی عقل و دیانت پر ہزار افسوس!!!

اس روداد سے حق واضح اور باطل بے نقاب ہو جاتا ہے کہ کس گروہ نے سواد اعظم اہل سنت سے انحراف کرتے ہوئے اپنی کتب میں معترضہ عبارات تحریر کیں اور پھر ساری عمر ان کی جواب دہی اور عند الشرع قابل قبول توجیہ و تاویل سے پہلو تہی کرتے ہوئے امت کی وحدت کو پاش پاش کر کے مختلف دھڑوں اور فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

اللہ کریم قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ **وما علینا الا البلاغ**

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم واللہ المستعان علی ما تصفون وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا وناصرنا محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین

☆☆☆☆☆

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	کتب، اخبارات ورسائل	اسمائے مصنفین / مدیران
۱	اہل فقہ امرت سر (اخبار)	مولانا غلام احمد اخگر صاحب
۲	الفقیہ امرت سر (اخبار)	حکیم ابو الریاض معراج الدین صاحب
۳	امیر اللغات	منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی
۴	الامداد (ماہنامہ)	مولوی رفیق احمد
۵	اسکات المعتدی	مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری
۶	ابحاث اخیرہ	اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ
۷	بزم خیر اززید در جواب بزم جمشید	مولوی زید فاروقی صاحب
۸	برہان دہلی (ماہنامہ)	مولوی سعید اکبر آبادی
۹	تحفۂ حنفیہ پٹنہ (ماہنامہ)	قاضی عبد الوحید صاحب صدیقی
۱۰	تغییر العنوان	مولوی اشرف علی تھانوی
۱۱	توضیح البیان فی حفظ الایمان	مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری
۱۲	تھانوی جی کا مناظرہ سے جدید فرار	حاجی محمد لعل خاں کلکتوی
۱۳	الجبل الثانوی علی کلیۃ التھانوی	اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ
۱۴	حیات صدر الشریعہ	مولانا عبد المنان اعظمی
۱۵	حفظ الایمان	مولوی اشرف علی تھانوی
۱۶	دبدبہ سکندری (اخبار)	شاہ محمد فضل حسن صابری
۱۷	دافع الفساد عن مرادآباد	عبید المغنی مرادآبادی علیہ الرحمہ
۱۸	مولوی دیوبندیوں سے لاجواب سوالات	مولانا نعیم اللہ خاں

۱۹	السواد الاعظم مراد آباد (ماہنامہ)	مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی
۲۰	رضائے مصطفی (ماہنامہ)	مولانا حنیف بریلوی
۲۱	رسائل چاند پوری	مولوی انوار احمد
۲۲	الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب	مولوی حسین احمد ٹانڈوی
۲۳	صاعقۂ آسمانی	مولوی منظور نعمانی
۲۴	ظفر الدین الجید معروف بہ بطش غیب	مولانا ظفر الدین بہاری
۲۵	عبارات اکابر	مولوی سرفراز گھکڑوی
۲۶	فرہنگ عامرہ	عبد اللہ خویشگی
۲۷	فرہنگ آصفیہ	مولوی سید احمد دہلوی
۲۸	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین
۲۹	فتح بریلی کا دلکش نظارہ	مولوی منظور نعمانی
۳۰	قائد اللغات	ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری
۳۱	قہر واجد دیان بر ہمشیر بسط البنان	شیر بیشہ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی
۳۲	کلیات مکاتیب رضا	مولانا غلام جابر شمس
۳۳	مقامات خیر	مولوی زید فاروقی دہلوی
۳۴	مکتوبات امام احمد رضا	مولانا محمود رفاقتی
۳۵	مخبر عالم مراد آباد (اخبار)	قاضی سید عبد العلی عابد مراد آبادی
۳۶	نور اللغات	مولوی نور الحسن

دعائے مغفرت

مولیٰ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک کے صدقے میرے والدین مرحومین کی مغفرت فرمائے انہیں اپنے عذاب وقہر سے محفوظ فرمائے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ یہ سب میرے والدین کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ مجھے اللہ پاک نے خدمت دین کی توفیق بخشی ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ میرے والدین مرحومین کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں اور مجھ خاکسار کو نیز میرے اہلِ خانہ کو بھی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

خاکسار: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ

گزارش

قارئین: مجھے اپنی بے مائیگی کم علمی وکم فہمی کا کامل اعتراف ہے اسی لئے کتاب کی ترتیب میں لفظی ومعنوی غلطیوں کا پایا جانا بعید ازامکان نہیں ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ کتاب میں جس مقام پر بھی کوئی خامی نظر آئے بنظر اصلاح احقر کو آگاہ فرمائیں۔

احقر العباد

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

مطبوعات نعیمی

ہند و پاک سے شائع ہونے والی مصنف کی اب تک کی مطبوعات

شمار	اسمائے کتب	صفحات
1	سیرت رسول عربی ﷺ تاریخ کے آئینے میں	46
2	انبیائے کرام گناہ سے پاک، اعلیٰ حضرت (تخریج وغیرہ)	24
3	دفع الخمامہ عن احادیث العمامہ (احادیث عمامہ پر شبہات کا ازالہ)	92
4	معراج المؤمنین	31
5	رکعات نماز کا ثبوت احادیث نبوی اور فقہ حنفی کے آئینے میں	199
6	حق کی پہچان، صدرالافاضل (تخریج وغیرہ)	31
7	فیضان رحمت، صدرالافاضل (تخریج وغیرہ)	168
8	مقالات صدرالافاضل	608
9	مکاتیب صدرالافاضل	248
10	ثبت نعیمی عربی، صدرالافاضل (تحقیق وغیرہ)	112

11	اسانید صدرالافاضل، اردو(ترجمہ وغیرہ)	136
12	فتوحات رضویہ	152
13	تصوف کے بدلتے رنگ	64
14	حجاز مقدس پر نجدی تسلط اسباب ونتائج	624
15	تاج الشریعہ کی جدید تحقیقات کے اصولی مباحث	24
16	سبطینی اشکالات پر برکاتی جوابات	64
17	فتاوی اتراکھنڈ (پہلی جلد)	404
18	فتاوی اتراکھنڈ جلد دوم	440
19	حیات تاج الشریعہ کے تابندہ نقوش	120
20	ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ تعارف واشاریہ	424

ڈاک سے کتابیں منگانے کے لیے پہلے صفحہ پر دیئے گئے موبائل اور وہاٹس ایپ نمبر سے رابطہ کریں۔

غیر مطبوعہ کتابیں

1	سوانح صدر الافاضل
2	تاریخ جامعہ نعیمیہ مراد آباد
3	ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد تعارف و اشاریہ
4	حاشیہ بخاری از صدر الافاضل: ترجمہ و تحقیق وغیرہ
5	المقالۃ العذبہ فی العمامۃ والعذبہ لملا علی قاری: ترجمہ، تخریج و تشریح
6	اعلیٰ حضرت کا مقدمہ بدایوں تاریخ کے حوالے سے
7	علمائے اہل سنت کے نادر و نایاب مکتوبات و مراسلات
8	مضامین نعیمی